بیاد

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ

دارالعلوم حقانیہ

اکوڑہ خٹک کا علمی و دینی مجلّہ

ماھنامہ

الحق

شوال ۱۴۲۲ھ / دسمبر ۲۰۰۱ء

مدیر مسئول

مولانا سمیع الحق

ادارۃ القرآن کراچی کی چند جدید اور مفید اہم عربی، اردو مطبوعات

شرح الزیادات للإمام محمد
شرح للعلامۃ قاضی خانؒ
تحقیق دکتور قاسم اشرف نور
ظاہر الروایۃ کی اہم کتاب، پہلی اشاعت
قاضی خان کی شرح کے ساتھ جسمیں ہر باب
کے شروع میں اصول بیان کرکے کتاب کے
مسائل متفرع کئے گئے ہیں
۶ جلد قیمت=/2495

الفقہ الحنفی وادلتہ
(من القرآن والحدیث)
شیخ اسعد محمد سعید صاغرجی
اس کتاب میں ابواب فقہ کو نئے
اسلوب سے مدلل پیش کیا گیا ہے
۳ جلد قیمت=/880

جمع الفوائد
من جامع الاصول ومجمع الزوائد
للعلامۃ محمد بن سلیمان المغربی ۱۰۹۴ھ
مع تخریج احادیث: اعذب الموارد چودہ
امہات کتب حدیث کا مجموعہ
جسمیں تکرار اور طویل اسناد کو نکال کر
احادیث کا سب سے جامع انسائیکلوپیڈیا
بنادیا گیا
۴ جلد قیمت=/1180

مجموعہ رسائل لکھنویؒ
علامہ عبدالحیٔ لکھنویؒ
مختلف علمی موضوعات پر نادر ونایاب
۴۶ رسائل کے مجموعہ کی پہلی
اشاعت
۶ جلد قیمت=/2180

شرح الحموی
علی الاشباہ والنظائر لابن نجیم
(غمز عیون البصائر)
نئی کمپوزنگ اور تصحیح شدہ اشاعت
۳ جلد قیمت=/880

إعلاء السنن
تالیف: مولانا ظفر احمد عثمانیؒ
زیرنگرانی حضرت تھانویؒ
تمام ابواب فقہ سے متعلق احناف کے
مستدلات پر مشتمل ۶۲۱۰ احادیث احکام کا
مجموعہ ۲۲ اجزاء مع الفہارس وترقیم الاحادیث
۱۸ جلد اعلیٰ=/6800
عام=/5800

انوار المحمود
شرح سنن ابی داؤد
تقاریر حضرت شیخ الہندؒ حضرت کشمیریؒ
وحضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری
وحضرت مولانا شبیر احمد عثمانی
۲ جلد قیمت=/660

شرح الطیبی
علی مشکوٰۃ المصابیح
عالم اسلام میں پہلی [illegible]عت
مع الفہارس
۱۲ جلد قیمت=/2980

جامع احادیث الاحکام
متن اعلاء السنن ۱۸ اجزاء ۲ جلد
علامہ ظفر احمد عثمانیؒ
پہلی بار نئی کمپوزنگ اور تصحیح شدہ طباعت
۲ جلد قیمت=/896

وقف املاک کے شرعی احکام
ترتیب
حضرت مولانا مجاہد الاسلام قاسمی
قیمت=/220

جدید تجارتی تشکیلیں
ترتیب
حضرت مولانا مجاہد الاسلام قاسمی
قیمت=/225

حج وعمرہ
کے جدید مسائل اور انکا حل
ترتیب
حضرت مولانا مجاہد الاسلام قاسمی
قیمت=/220

شیئرز اور کمپنی
تعارف، طریقہ کار اور شرعی احکام
ترتیب
حضرت مولانا مجاہد الاسلام قاسمی
قیمت=/220

لڑکے اور لڑکیوں کے نکاح کا اختیار
ولایت نکاح کا تعارف، اسکی حدود
اور شرعی احکام
حضرت مولانا مجاہد الاسلام قاسمی
قیمت=/225

اللہ کا خطاب
(اہل ایمان سے)
ابوبکر جابر جزائری
قرآن مجید میں یاایہاالذین آمنو
کے خطاب سے شروع ہونے والی ۹۰
آیات کی تفسیر وتشریح
قیمت=/150

آپ کے مسائل اور انکے حل کیلئے سوال وجواب
مولانا قاری عبدالباسط
پیش لفظ۔ حضرت مولانا محمد تقی عثمانی
۲ جلد قیمت=/330

اشرف المکتوبات
بنام حضرت تھانویؒ
ودیگر اکابرین مع جوابات
از ڈاکٹر عبدالحیٔ عارفیؒ
قیمت=/135

جدید فقہی مباحث
مولانا مجاہد الاسلام قاسمی
جدید اسلامی معیشت وتجارت ودیگر اہم
موضوعات پر انتہائی قیمتی مباحث
۱ تا ۱۷ جلد=/3300
۱ تا ۱۱ جلد=/2145
۶ تا ۱۱ جلد=/1170
۱۲ تا ۱۷ جلد=/1170

طشت جواہر
(علوم ومعارف کا خزینہ)
جناب نثار احمد خان فتحی
قیمت=/150

ادارۃ القرآن
437/D گارڈن ایسٹ لسبیلہ کراچی
فون: 7216488 فیکس 7223688
برانچ آفس اردو بازار کراچی 2629157
برانچ آفس: اسٹریٹ نمبر H-8/1،3 نزد
الشفاء انٹرنیشنل ہسپتال اسلام آباد فون 4443488
E-Mail:quran@digicom.net.pk

ناشران قرآن مجید واسلامی، عربی، اردو، انگریزی کتب مرکز مطبوعات پاکستان، بیروت وبلاد عربیہ تفسیر، حدیث، فقہ، اسلامی قانون، تاریخ اسلام، تصوف، لغت، اعلیٰ معیار کی عربی، اردو، انگریزی، فارسی کمپیوٹر کمپوزنگ ☆ پیشگی ادائیگی کی صورت میں بذریعہ پارسل پاکستان میں دستیاب کتب کی اندرون وبیرون ملک ترسیل کا انتظام ہے۔

نام کتاب	قیمت
ادارۃ القرآن کی دیگر اہم کتب	
أحکام القرآن تھانوی ۵ جلد	1496/
الاشباہ والنظائر ۲ جلد، ابن ملقن محقق	596/
اعلام الأعلام بمفہوم الدین والاسلام۔ ولی اللہ	340/
تبییض الصحیفۃ بمناقب امام ابوحنیفہ۔ امام سیوطیؒ	240/
الجامع الصغیر مع شرحہ النافع الکبیر۔ امام محمد الشیبانیؒ	340/
جامع احادیث الاحکام، متن اعلاء السنن ۲ جلد	896/
الدیباج شرح صحیح مسلم ۲ جلد۔ امام سیوطیؒ	596/
الرد علی سیر الاوزاعی۔ امام یوسفؒ	132/
شرح العینی علی الکنز مع شرح الطائی ۲ جلد	395/
شرح مقامات الحریری للشریشی	280/
شرح شرح المنار فی اصول الفقہ۔ لابن عابدین الشامیؒ	220/
غنیۃ الناسک فی بغیۃ المناسک طبعۃ جدیدۃ	296/
الفتاویٰ التاتارخانیہ ۵ جلد، اندرجی	1680/
فقہ المشکلات۔ بحوث فقہیہ مختارہ۔ مجاہد الاسلام قاسمیؒ	135/
فتح الغفار معجم رد المحتار (فہرس فتاویٰ شامی)	580/
الفہرس الموضوعی لآیات القرآن الکریم	296/
الفوائد البہیۃ فی تراجم الحنفیۃ (طبعۃ جدیدۃ) لکھنویؒ	280/
فہارس اعلاء السنن (الفہارس الموضوعیۃ)	220/
القاموس الفقہی (لغۃ واصطلاحا)	296/
قواعد فی علوم الحدیث ظفر احمد عثمانیؒ	340/
کتاب السیر والخراج والعشر۔ امام محمد الشیبانیؒ	280/
کتاب الآثار مع الایثار ابن حجر۔ امام محمد الشیبانیؒ	120/
کشف الحقائق شرح کنز الدقائق ۲ جلد	496/
کنز الدقائق مع حاشیہ اعزازیہ پہلی کمپیوٹر طباعت	
الکوکب الدری علی جامع الترمذی ۴ جلد۔ گنگوہیؒ	996/
مجموعہ رسائل کشمیری ۴ جلد اول طبع کامل	1180/
المدخل الی دراسۃ علم الکلام لحسن الشافعی	340/
معجم لغۃ الفقہاء (عربی، انگریزی)	340/
مکانۃ الامام ابوحنیفہ بین المحدثین	375/
مناسک ملا علی قاری مع ارشاد الساری	340/
مصنف عبدالرزاق ۱۲ جلد مع فہرست	3980/
النکت الطریفۃ فی التحدث عن ردود ابن ابی شیبہ	180/
الہدایہ حاشیہ عبدالحی لکھنویؒ ۴ جلد	1880/
اردو/انگریزی کتب	
پیغمبر اسلام حضرت عیسیٰؑ JESUS	81/
حجیت حدیث مولانا تقی عثمانی (The Authority of Sunnah)	81/
(شمائل ترمذی) SHAMAA-IL TIRMIDHI	165/
(بائبل قرآن اور سائنس) BIBLE QURAN & SCIENCE	150/
(اسوۂ رسول اکرم ﷺ) "Life Example of P.U.H"	135/
احکام میت (The Islamic Way In Death)	105/
اجتماعی ختم قرآن کی شرعی حیثیت، مولانا یعقوب اسماعیل	75/
احکام وآداب طہارت، وضوء، نماز	90/
اسلامی عدالت۔ مولانا مجاہد الاسلام قاسمی	165/
اشرف المکتوبات بنام حضرت تھانویؒ مع جوابات	135/
اہم فقہی فیصلے (جدید ایڈیشن) مجاہد الاسلام قاسمی	81/
برطانوی قوانین فروغ جرائم کے ذمہ دار ہیں	150/
بنیادی فقہی احکام (اردو ترجمہ تسہیل الضروری جلد ۱)	135/
بائبل قرآن سائنس اردو جدید۔ ثناء الحق صدیقی	150/
تعلیم سیرت۔ مولانا حبیب اللہ قاسمی	81/
تلخیص حجۃ اللہ البالغہ۔ سید رضی الدینؒ	120/
تحفہ افواج اسلام دو جلد۔ قاری فیوض الرحمٰن	396/
جواہر حکیم الامت۔ حضرت ڈاکٹر عبدالحیؒ	120/
جو تم مسکراؤ تو سب مسکرائیں۔ سید رضی الدینؒ	165/
دل کی دنیا۔ حضرت مفتی محمد شفیعؒ	75/
درس ترمذی ۳ ج۔ تقاریر مولانا تقی عثمانی ترتیب رشید اشرف	696/
دور نبوی کا نظام حکومت (علامہ کتانیؒ)	165/
درود شریف کے فضائل وآداب (قول بدیع)	90/
رہنمائے سعادت تلخیص کیمیائے سعادت	135/
زکوٰۃ اور مسئلہ تملیک۔ مولانا مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ	135/
نبیوں کی سچی کہانیاں۔ حضرت سید رضی الدینؒ	120/
طبی اخلاقیات۔ مجاہد الاسلام قاسمی	195/
کیا آپ موت کیلئے تیار ہیں۔ نثار احمد خان فتحی	99/
متاع نور (سوانح حضرت مولانا نور احمدؒ)	195/

اے بی سی آڈٹ بیورو سرکولیشن کی مصدقہ اشاعت

21 JAN 200

جلد نمبر ___ 37
شمارہ نمبر ___ 3
شوال ۱۴۲۲ھ
دسمبر ۲۰۰۱ء

ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک

مدیر اعلیٰ
حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ

نگران
حضرت مولانا انوار الحق صاحب مدظلہ

مدیر
حافظ راشد الحق سمیع حقانی

ناظم شفیق الدین فاروقی

اس شمارے کے مضامین

نقش آغاز : افغانستان کے بعد اگلا نشانہ پاکستان۔ ایک عظیم مخلص اور مشفق علمی شخصیت کی جدائی۔		۲
حضرت مولانا مفتی محمد عاشق الہیؒ کا سانحہ ارتحال	راشد الحق سمیع	
عالم کفر بمقابلہ دینی طلباء و مدارس عربیہ اور سقوط طالبان کا المیہ۔	مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ	۸
سائنسی علوم اور قرآن کا نظریہ علم (قسط ۱)	مولانا محمد شہاب الدین ندوی	۲۷
قرآن کریم کا اعجاز مختلف آراء کی روشنی میں	جناب محمد عبدالمنعم	۴۳
حضور اکرمؐ بحیثیت حکم و قاضی	پروفیسر ڈاکٹر نور احمد شاہتاز	۴۸
عرب افغانوں پر کیا گزر رہی ہے؟	جناب فہمی ہویدی	۵۸
افکار و تاثرات (مکتوب لندن)	مولانا عتیق الرحمان سنبھلی	۶۱
شب و روز	جناب شفیق الدین فاروقی	۶۲
تعارف و تبصرہ کتب	م ۔ ا ۔ ف	۶۴

Computer Operator : BABER HANIF

ماہنامہ الحق دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ (سرحد) پاکستان۔ فون نمبر : 630435 , 630340 -(0923)
ای میل نمبر: E-Mail : haqqania@nsr.pol.com.pk Or haqqania@hotmail.com

سالانہ بدل اشتراک اندرون ملک فی پرچہ =/20 روپے سالانہ =/200 روپے، بیرون ملک 20$ امریکی ڈالر
پبلشر: مولانا سمیع الحق مہتمم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک، منظور عام پریس پشاور

نقش آغاز راشد الحق سمیع

افغانستان کے بعد اگلا نشانہ پاکستان

ابھی سقوط امارت اسلامیہ افغانستان کے حادثے کے زخموں سے خون رس رہا ہے اور دلوں سے دھواں اٹھ رہا ہے، آنکھیں پرنم ہیں اور مسلمانوں کے جگر پاش پاش ہیں اور ابھی تک سرحد کے اس پار خونِ مسلم کا سمندر ٹھاٹھیں مار رہا ہے اور آگ و آہن کی بارش جوں کی توں جاری ہے، بے گوروکفن لاشیں قبروں میں اتاری جارہی ہیں اور انسانیت کو سرزمین افغانستان پر امریکی درندے ننگا کر کے روندرہے ہیں اس طرفہ تماشہ پر آسماں بھی خاموش ہے اور زمیں بھی گنگ ''مہذب'' دنیا فرحاں وشاداں اور عالم اسلام ساکت و بے حس۔

ان امریکی ''نوازشات'' کی بدولت پاکستان کی مغربی سرحد جو کہ مکمل طور پر طالبان کے اقتدار کے خاتمہ کے بعد غیر محفوظ ہوگئی تھی تو مشرقی سرحد پر بھی امریکی ایماء اور ایک منظم سازش کے نتیجہ میں ہندوستانی افواج کا ہجوم لا کھڑا کر دیا گیا اور اب طبلِ جنگ جس کا سوئچ واشنگٹن میں ہے بظاہر بجا ہی چاہتا ہے اور فتنہ شورِ قیامت برپا ہونے کو ہی ہے۔افغانستان کے شکار کے بعد اب پاکستان بھی جارحیت کی زد میں ہے اور ملک پر جنگ کے بادل منڈلا رہے ہیں شکوک وشبہات میں دن بدن اضافہ ہورہا ہے اور ملکی اقتصادی ترقی کا پہیہ بھی رک گیا ہے۔یہ سب اقدامات اور سازشیں جو حکمرانوں کی بند آنکھوں پر اب عیاں ہورہی ہیں اور یہ اپنے سابقہ فیصلوں پر دل میں پچھتا رہے ہیں لیکن اب انہیں کوئی راستہ نظر نہیں آرہا اور نہ ہی اس کے حلیف اس مشکل گھڑی میں اس کا ساتھ دے رہے ہیں۔لیکن ان خدشات کا اظہار ملک کی محبِ وطن دینی اور سیاسی جماعتوں کے اتحاد ''دفاع پاکستان وافغانستان کونسل'' نے بہت پہلے حکمرانوں اور قوم کو بتادیا تھا کہ خدارا طالبان کے ساتھ غداری نہ کریں اور اپنی پیٹھ میں چھرا نہ گھونپیں ورنہ اس کے بعد آپ کی باری ہے اور پھر آپ جس بے وفا صنم (امریکہ) پر جی جان سے فدا ہورہے ہیں اور جس سے آپ کو وفا شعاری کی امید ہے وہ آپ کا محبوب حقیقی نہ کبھی رہا ہے اور نہ کبھی بن سکتا ہے وہ تو ایک اژدھا ہے جو اپنی ضرورت اور مفاد کے لئے اپنے بچوں کو بھی نگل جاتا ہے اور ڈسنا اس کی فطرت میں شامل ہے تو منصوبے کے مطابق اس نے ڈسنا شروع کر دیا ہے۔طالبان کے اقتدار کے خاتمہ کے فوراً بعد اب امریکہ نے ہندوستان کو برانگیختہ کیا ہے کہ اب پاکستان کی باری ہے، اس کے ایٹمی پروگرام کی باری ہے، اس کے مدارس، اور دینی مراکز مذہبی اور جہادی تنظیموں کو ملیامیٹ کرنے کی باری ہے، پاکستان سے دینی روح نکالنے کی باری ہے، کشمیر کا قضیہ ہمیشہ کے لئے ختم کرنے کی باری ہے، انڈین وزیراعظم واجپائی، امریکی صدر بش، برطانوی وزیراعظم ٹونی بلیئر اور اسرائیلی وزیر خارجہ شمعون پیریز پاکستان کے خلاف سب ہم موقف

اورہم زباں ہیں۔ان کے پاکستان کے بارے میں عزائم ایسے کھل کر سامنے آگئے ہیں کہ اب مزید کسی بھی غلط فہمی اور خوش فہمی میں مبتلا نہیں ہونا چاہیے۔لیکن افسوس کہ پاکستان کے موجودہ حکمران امریکی غلامی میں اس قدر راندھے ہوچکے ہیں کہ جہادی تنظیموں پر پابندی لاگو کرچکے ہیں۔فوج کے مقبوضہ کشمیر کا شعبہ بند کیا جاچکا ہے۔ملک بھر میں مذہبی جماعتوں اور دینی مدارس پر چھاپے مارے جارہے ہیں اور ہندوستانی حکمرانوں سے التجائیں کی جارہی ہیں'ان سے مصافحہ اور مذاکرات کی منتیں کی جارہی ہیں۔لیکن اس کے باوجود ہندوستان کا غرور آسمان کو چھورہا ہے اور ہمارے حکمرانوں کی بزدلی زمین کی پستیوں کو پہنچ چکی ہے۔پوری قوم کی عزت حکمرانوں کی غلط پالیسیوں کے باعث برباد کی جارہی ہے۔چودہ سو سالہ تاریخ میں اس قدر غیر ذمہ داری اور بزدلی کا کسی بھی مسلم حکمران نے مظاہرہ نہیں کیا ہوگا۔ہم زندہ رہنے اور نام نہاد ترقی کے شوق میں کس قدر پست ہوگئے ہیں لیکن دوسری جانب دباؤ ہے کہ بڑھتا ہی چلا جارہا ہے مطالبات کی نت نئی فہرستیں آرہی ہیں۔اور ہم انہیں بڑی تابعداری کے ساتھ پورے کررہے ہیں۔لیکن کیا ان اقدامات سے بھارت مطمئن ہوجائے گا؟ کیا وہ دوبارہ مستقبل میں پاکستان کے خلاف جارحیت کا ارادہ ترک کردے گا؟ اور کیا وہ کشمیریوں کو حق خودارادیت دے گا؟ ان تمام سوالات کا جواب نفی میں ہے لیکن پھر بھی ہم اپنی پچپن سالہ جدوجہد سے دستبردار ہورہے ہیں اور ہمارے ہاتھ کچھ بھی نہیں آرہا اس تمام صورتحال میں امریکہ اور مغرب کا جھکاؤ واضح طور پر ہندوستان کی جانب ہے اور ٹونی بلیئر نے تو اسلام آباد میں ہی دہشت گردی بند کرنے کے لئے کہہ دیا ہے۔کیا ہندوستانی اور اسرائیلی افواج ریاستی دہشت گردی نہیں کررہے؟ انہیں کیوں کھلا چھوڑا گیا ہے؟ پھر دہشت گردی کی تعریف ابھی تک تو اقوام متحدہ بھی نہیں کرسکی۔اس تمام کھیل اور دباؤ کے دو بڑے اہم مقاصد ہیں۔

(۱)　کہ پاکستان ہمیشہ کے لئے اپنی کشمیر پالیسی کو خیرباد کہہ دے اور کشمیر ہندوستان کے مستقل قبضہ میں چلا جائے۔

(۲)　پاکستان کے اندر مذہبی جماعتوں' جہادی تنظیموں اور دینی اداروں کو کرش کیا جائے تاکہ فلسفہ جہاد اور خودداری کے درس دینے والے عناصر ہمیشہ کے لئے ختم ہوجائیں۔یہی بنیادی مقاصد ہیں اور یہ مقاصد موجودہ حکمرانوں کی بدولت دشمنوں کو حاصل ہوکے رہیں گے۔معلوم نہیں کہ سیاسی جماعتیں اور عوام کیوں گنگ ہیں؟

ان ادارتی سطور کی تحریر کے بعد صدر پاکستان کا افسوسناک خطاب بھی سامنے آیا اس پر فوری ردعمل کے طور پر یہ چند معروضات بھی پیش خدمت ہیں۔

صدر کا خطاب یورپ' امریکہ' عالم کفر اور بھارت کے مطمئن کرنے کے لئے تھا پاکستانی عوام کو تو مایوسی کے سوا کچھ ہاتھ نہیں آیا۔الٹا قوم کو یہ نوید بھی سنائی گئی کہ اب نئے مدارس اور نئی مساجد کی تعمیر پر پابندیاں عائد کردی گئیں اور جہاد کے نام لیواؤں پر پاکستان کی سرزمین تنگ کردی گئی۔بظاہر یہاں پر اسلامی قوانین اور دینی اقدار پر عمل کرنا اب جوئے شیر لانے کے مترادف بنادیا گیا ہے اور عملاً ملک کو سیکولرازم کی طرف ڈال دیا گیا۔لاؤڈ اسپیکر کے غلط استعمال کے بہانے سے جمعہ کا خطاب بھی کل پرسوں بند کردیا جائے گا اور عرب ملکوں کی طرح سرکاری فراہم کردہ خطبہ خطیبوں کو

تھما دیا جائے گا۔ اسلامی جمہوریہ پاکستان میں یہ تنگ نظری اور آزاد انسانوں کو غلام بنانے کا عمل فسطائیت اور بدترین آمریت کی غمازی کرتا ہے۔ لیکن پاکستانی حکمران یہ یاد رکھیں کہ پاکستان، مصر، ترکی، شام اور تیونس نہیں۔ یہاں پر آپ کے دین دشمن اقدامات پر تنقید بھی ہوگی اور احتجاج بھی ہوگا، ابھی علماء اور قوم اتنے بے حس نہیں ہوئے اور نہ ہی اتنے گئے گزرے ہیں۔ یہ ملک دوقومی نظریہ کی بنیاد پر لاکھوں جانوں کی قربانیوں کے بعد اسلام ہی کے لئے حاصل کیا گیا تھا۔ ہم سمجھتے ہیں کہ موجودہ حکمرانوں کے منفی اقدامات دوقومی نظریہ اور آئین پاکستان سے سراسر انحراف کے زمرے میں آتے ہیں۔ پھر قوم کو یہ سمجھ نہیں آرہی کہ انڈیا کا سارا غصہ علماء اور مذہب سے وابستہ طبقے پر کیوں نکالا جارہا ہے؟ اس وقت تو آپ کا مقابلہ دشمن ہندوستان سے ہے۔ آپ سپہ سالار ہیں، یہ سیاست اور خطابت کے جوہر آزمانے کا وقت نہیں بلکہ زور بازو آزمانے کا موقعہ ہے۔ یہ قوم میں تفرقے، پابندیاں لاگو کرنے، انتشار اور افتراق پیدا کرنے کا وقت نہیں بلکہ قوم اور اس کے منتشر شیرازے کو اکٹھا کرنے کا مرحلہ ہے۔ اس وقت جہادی تنظیموں پر پابندی بھی نہایت ہی باعث مذمت ہے اور اس کا نقصان خود پاکستان کو ہی اٹھانا پڑے گا۔ تحریک آزادی کشمیر کو ایسے نازک وقت میں دھچکا پہنچایا گیا ہے جبکہ ہندوستان اور اس کی افواج کا مورال گر گیا ہے۔ المختصر مشرف حکومت کے اب تک کئے گئے تمام اقدامات ناقابل سمجھ اور انتہائی ناعاقبت اندیشانہ ہیں۔ اسی طرح تحریک نفاذ شریعت محمدیہؐ پر پابندی بھی امریکہ کو خوش کرنے کے لئے لگائی گئی ہے ورنہ اس کا قتل وقتال اور فرقہ واریت سے کیا تعلق ہے؟

علماء اور محب وطن سیاسی جماعتوں کو ان منفی اقدامات پر خاموشی اور کم ہمتی کا مظاہرہ نہیں کرنا چاہیے یہ امتحان وآزمائش کی گھڑی ہے۔ اگر ہم ثابت قدم رہیں اور اپنی پُرامن تحریک جاری رکھیں تو نہ امریکی استعمار اور نہ اس کے ایجنڈے کے علمبردار یہاں ٹھہر سکیں گے اور نہ سیکولر اور لادینی سیاست کے نعرے لگانے والے یہاں قدم جما سکیں گے اور نہ بزدل ہندوستان پاکستان کو آنکھیں دکھا سکے گا۔ ولا تھنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان کنتم مومنین۔

شب گریزاں ہوگی آخر جلوہ خورشید سے
یہ چمن معمور ہوگا نغمہ ء توحید سے

ایک عظیم مخلص و مشفق، علمی شخصیت کی جدائی

گزشتہ سال جو اپنے خونبار دامن میں بہت کچھ بہا کرلے گیا وہیں یہ جاتے جاتے علمی دنیا کو بھی سوگوار کر گیا اور علمی بزم سے ایک ایسے روشن ستارے کو بھی اچک کر لے گیا جسکی تلاش میں اب بہت سے سورج بھی روشن کئے جائیں لیکن اس کا دیکھنا اور طلوع ہونا اب محال ہے۔

آئے عشاق گئے وعدۂ فردا لے کر اب انہیں ڈھونڈ چراغِ رخِ زیبا لے کر

آج قلم اور دل دونوں ایک ایسی ہمہ جہت شخصیت کے بارے میں گریہ کناں ہیں جن کی عظمت اور کمالات کے معترف ''عالم اور مسٹر'' دونوں طبقے ہیں اور دونوں طبقے آپ کی عظیم' علمی' دینی اور ادبی خدمات سے زیر بار ہیں۔ موجودہ قحط الرجال میں ایسی ہر دلعزیزی' محبوبیت اور چاہت کسی کسی خوش نصیب کو ہی ملتی ہے۔ ایسی ہی ایک عظیم نامور علمی شخصیت پروفیسر ڈاکٹر محمد افضل رضا مرحوم کی تھی' جن کا انتقال طویل علالت کے بعد 30 دسمبر 2001ء بروز اتوار ہوا اور صوبہ سرحد اور خصوصاً اکوڑہ خٹک کی علمی سرزمین سے ایک ایسا روشن ستارہ ہمیشہ کے لئے غروب ہوگیا جس کی کمی شاید کبھی پوری نہ ہوسکے اور جس نے اپنے پیچھے پوری علمی وادبی برادری کو غم میں ڈبو دیا۔

پروفیسر صاحب کی شخصیت کے اتنے پہلو اور خصوصیات ہیں کہ سمجھ میں نہیں آرہا کہ کہاں سے ان کے بارے میں شروع کروں اور کون سے پہلو کو مقدم کروں۔ اگر کسی کو قدیم وجدید کے علوم وفنون اور دین ودنیا دونوں سے مزین اور متصف شخصیت کو دیکھنا ہو تو انہیں پروفیسر صاحب کی زندگی کا مطالعہ کرنا چاہیے اور موجودہ علمی انحطاط کے دور میں آپ کی شخصیت پر آنکھیں ٹھنڈی ہوتی تھیں۔ پروفیسر صاحب کی جدائی سے یوں تو بہت سے لوگ اور ادارے محروم ہوئے ہیں لیکن حقیقت میں سب سے زیادہ دارالعلوم حقانیہ متاثر ہوا ہے۔ جس کے ایک انتہائی مخلص ومشفق رفیقِ کار اور چاہنے والے ہمیشہ کیلئے جدا ہوگئے۔ پروفیسر صاحب مرحوم کا دارالعلوم حقانیہ کے موسس اور بانی حضرت مولانا عبدالحقؒ کے ساتھ جتنا گہرا عشق وتعلق تھا اس کا ادراک وتصور بھی مشکل ہے۔ اگر جائزہ لیا جائے تو حضرت شیخ کے چاہنے والوں' عقیدت مندوں اور مریدوں میں قیس کا مرتبہ شاید آپ ہی کے حصے میں آیا ہو۔ آپ حضرت مولانا عبدالحقؒ کے مرید خاص بلکہ ''مجذوب'' تھے جیسا کہ حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے خلیفہ ومرید خاص خواجہ عزیز الحسن مجذوبؒ تھے۔ وہی شاعرانہ طبیعت' تصوف اور روحانیت کے رنگ میں رنگے ہوئے' اعلیٰ مناصب پر فائز اور بلند دنیاوی انعامات اور سندات سے بہرہ مند لیکن طبیعت میں خاکساری' عاجزی کا رنگ اپنے شیخ کی طرح سب سے زیادہ غالب رہا۔ زندگی میں تو پروفیسر صاحب ہمیشہ آپ کی مجلسوں میں اکثر شریک رہتے لیکن بعد از وفات تو آپ کے مزار پر حاضری اور وقت گزارنا گویا فرائض میں سے ہوگیا تھا۔ آپ ہر وقت فنافی الشیخ وفنافی العلم تھے۔ ہمارے خاندان اور خصوصاً حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ کے ساتھ بھی آپ کی وہی محبت وعقیدت تھی۔ خاندان کے چھوٹے سے چھوٹے بچوں اور ہم جیسوں کی بھی وہ اس قدر عزت واحترام کرتے تھے کہ جس پر شرمندگی محسوس ہوتی۔ دوران گفتگو ہمیشہ ہلکی مسکان سے چہرہ سجا رہتا۔ موضوع سخن ہمیشہ حضرت کی زندگی رہتی یا پھر علمی دنیا کی باتیں ہوتیں۔ کتابوں پر تبصرہ ہوتا' شعروں ادب کا ذکر ہوتا' کبھی غیبت اور کسی کی برائی کرتے ہوئے انہیں نہیں سنا۔ اگلے وقتوں کے رکھ رکھاؤ اور وضع داری اور روایات کے حسین یادگار تھے۔ تعلیم کے حصول میں عمر کا بڑا حصہ گزار دیا لیکن ان کی علمی تشنگی بڑھتی رہی تقریباً چھ مضامین میں تو ایم اے کیا اور پھر پی ایچ ڈی کی ڈگری بھی امتیازی نمبروں سے حاصل کی۔ دینی علوم

سے بھی اچھی خاصی واقفیت انہیں حاصل تھی۔ عمر بھر تعلیمی اداروں میں بحیثیت معلم خدمات سرانجام دیتے رہے۔ کئی کالجوں کے پرنسپل وسرپرست بھی رہے۔ ان کی ساری زندگی علمی کارناموں سے پُر ہے۔ طویل عرصے سے کئی خطرناک بیماریوں کی زد میں تھے۔ لیکن اس کے باوجود انہوں نے ہمت نہیں ہاری اور نہ ہی اپنا قلم انہوں نے رکھا مرتے دم تک کئی تصانیف مکمل کرلیں جس میں حضرت شیخ الحدیثؒ کی پشتو زبان میں مکمل سوانح عمری بھی شامل ہے۔ بیماری میں بھی ہمیشہ تسلیم و رضا کا پیغام آپ کے ہونٹوں پر رہتا۔ مجھے یاد نہیں کہ کبھی انہوں نے کسی مرض کی شکایت کی ہو۔ صبر وشکر کے ایسے پیکر کبھی کبھی خاک سے بنتے ہیں۔

آپ معروف ادیب، مورخ، شاعر، محقق، مصنف، سیرت نگار، افسانہ نویس اور فلسفی تھے۔ لیکن سیرت نگاری آپ کا پسندیدہ موضوع تھا اور اس مبارک موضوع پر آپ نے اس ذوق وشوق اور تحقیق سے لکھا کہ آپ کو مسلسل پانچ مرتبہ صدارتی ایوارڈ سے نوازا گیا اور آپ کی علمی وادبی خدمات اور 100 سے زائد تصانیف پر آپ کو تمغۂ امتیاز اعلیٰ حکومتی ایوارڈ بھی دیا گیا۔ اس کے علاوہ بین الاقوامی علمی وتحقیقاتی ادارے نے اپنی International Directory of Distinguished Leadership میں ایشیا کی عظیم علمی شخصیات میں آپ کا نام گرامی بھی شامل کیا ہے۔ جو کہ یقیناً پاکستان اور اکوڑہ خٹک کے لئے قابل فخر بات ہے۔ اس کے علاوہ "What is Islam?" کے موضوع پر لندن میں ایک مضمون نگاری کا مقابلہ منعقد ہوا پوری دنیا کے دانشوروں میں آپ کا مقالہ پہلے نمبر پر آیا اور اس موقع پر بھی آپ کو بین الاقوامی ایوارڈ دیا گیا۔ اباسین آرٹس کونسل نے آپ کی ادبی اور ثقافتی سرگرمیوں پر آپ کو بارہ مرتبہ ایوارڈ دیا۔ آپ کی طبیعت ڈرامہ لکھنے کی طرف بھی مائل رہی اس میدان میں بھی ایسے اصلاحی اور سنجیدہ پشتو/اردو زبان میں ڈرامے میں تحریر کئے کہ اس میدان کے بڑے بڑے لکھنے والے بھی دنگ رہ گئے۔ پشتو زبان میں آپ نے چھ سو سے زائد نعتیں لکھیں۔ کئی اہم کتابوں کے پشتو زبان میں ترجمے بھی لکھے۔ اس کے علاوہ اکیڈمی ادبیات نے انسائیکلو پیڈیا میں پشتو ادب کا کام پروفیسر صاحب کے سپرد کیا تھا۔ آپ نے اس سلسلے میں 207 سالہ تاریخ میں چھ ہزار سے زائد کتابوں کو کھنگال لیا تھا اور اس میں سے علماً اور مصنفین کا تفصیلی جائزہ لکھا جو آپ کی ایک بڑی علمی خدمت ہے۔

الغرض شاندار خدمات اور کامیابیوں کا ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ اب ہمیشہ کے لئے ختم ہوگیا۔ لیکن ہمیں امید ہے کہ برزخی زندگی میں بھی اس عاشق رسول اور علماً کے سچے پرستار کی نہ ختم ہونے والی کامیابیوں کا سلسلہ شروع ہوگیا ہوگا۔ اور اس اجڑی ہوئی دنیا کا یہ بلبل وہاں کے بہشتی گلستانوں میں سرورِ کائنات کی مدح سرائی اور نعت گوئی میں مصروف ہوگا۔ اے خلدِ بریں کے مسافر مردم خیز سرزمین اکوڑہ خٹک تجھے سلام کہتی ہے۔ سرحد اور اکوڑہ کی تاریخ ہمیشہ تجھ پر ناز کرے گی۔ ادارہ آپ کے لائق فرزندوں جناب ڈاکٹر ارشد رضا اور عارف رضا اور دیگر پسماندگان کے ساتھ دلی تعزیت کرتا ہے۔ اور خود کو بھی تعزیت کا مستحق سمجھتا ہے

جان کر منجملہء خاصانِ میخانہ مجھے | مدتوں رویا کریں گے جام و پیمانہ مجھے

حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ نے پروفیسر صاحبؒ کی تدفین کے بعد قبر پر سوگوار مجمع سے خطاب کرتے ہوئے ان کی خدمات کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے فرمایا

حقیقت میں پروفیسر صاحب بہت بڑے محقق، دانشور، علامہ بلکہ ایک ہمہ جہت شخصیت تھے۔ آپ کی خدمات بہت زیادہ ہیں علمی میدان میں آپ کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ آپ نظم ونثر پر یکساں طور پر حاوی تھے۔ بالخصوص پشتو زبان اور پختونوں کی آپ نے بہت زیادہ خدمت کی ہے۔ چند سال بیشتر جب ہم حضرت شیخ الحدیثؒ پر "الحق" کا خصوصی شمارہ شائع کر رہے تھے تو میں نے ان سے کہا کہ آپ اکوڑہ خٹک اور حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کے مولد ومدفن کے حوالے سے تاریخ لکھیں، چنانچہ انہوں نے بغیر حیل وحجت کے ایک مفصل تاریخ لکھی اور بعد میں اس میں کچھ مزید اضافہ جات کر کے مستقل کتابی شکل میں شائع کیا۔ حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب قدس سرہ کے ساتھ آپ کو عشق تھا۔ جب پروفیسر صاحب پر پہلی بار مرض کا شدید حملہ ہوا ہم ان کی عیادت کے لئے ہسپتال گئے تو اسی حالت میں آپ نے کہا کہ مولانا! میری اب صرف دو حسرتیں ہیں، وہ پوری ہو جائیں تب مجھے موت آجائے۔ ایک سیرت النبیؐ پر میں نے کتاب شروع کی ہے وہ مکمل ہو جائے اور دوسری حضرت شیخ الحدیثؒ پر سوانح عمری۔ الحمدللہ آپ کی دعائیں قبول ہوئیں۔ سیرت النبیؐ پر تو کتاب چھپ کر آگئی ہے البتہ حضرت شیخ الحدیثؒ پر کتاب آپ نے مکمل کرنے پر میرے حوالے کر دی تھی لیکن کچھ ایسے حالات پیش آئے جس کی وجہ سے اس کی اشاعت آپ کی زندگی میں مکمل نہ ہو سکی جس کا ہمیں ازحد افسوس ہے۔ آپ دین کے سچے خادم تھے۔ اب یہی خدمات اور دین کے ساتھ والہانہ وابستگی آپ کے کام آئے گی۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ ان کے فیوضات سے دنیا کو مالا مال فرمائے۔ امین

حضرت مولانا مفتی محمد عاشق الٰہی صاحب مہاجر مدنیؒ کی رحلت

موجودہ سال کو اگر عام الحزن کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ اس سال بڑے بڑے حادثات کا امت مسلمہ کو سامنا ہے۔ ہر روز ایک نئی افتاد، امتحان اور افسوسناک خبروں کے ساتھ واسطہ ہے۔ آج ہی معلوم ہوا کہ حضرت مولانا مفتی محمد عاشق الٰہی صاحبؒ بھی رحلت فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ حضرتؒ کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ اللہ نے انہیں بہت علم اور بڑا قلم دیا تھا۔ عمر بھر علم وعمل تصنیف وتالیف اور زہد وتقویٰ میں مصروف رہے اور زندگی کا بڑا حصہ مدینہ منورہ میں بسر کیا۔ یہی ان کی زندگی کی بڑی خواہش تھی کہ اسی شہر مقدس میں موت آئے سو اللہ نے ان کی یہ خواہش بھی پوری کر دی اور اب شہر حبیبؐ مدینہ منورہ میں محو استراحت ہیں۔ سبحان اللہ زندگی بھی لائق تحسین اور موت بھی قابل رشک۔

ع	اسی کو موت کہتے ہیں تو یارب بار بار آئے۔	حضرتؒ کے علمی مضامین "الحق" اور دوسرے مجلات میں برسوں شائع ہوتے رہے ہیں۔ وہ اپنے بہترین مشوروں اور دعاؤں پر مشتمل خطوط سے حضرت والد صاحب مدظلہ کو نوازتے رہے۔ ادارہ ان کے پسماندگان سے تعزیت کرتا ہے اور رفع درجات کیلئے دعا گو ہے۔

ضبط وترتیب
مولانا حامد الحق سمیع حقانی

عالم کفر بمقابلہ دینی طلبہ و مدارس عربیہ
سقوط طالبان کا المیہ۔ عروج و زوال
فضیلت علم اور طلبہ علوم دینیہ کی ذمہ داریاں

حضرت مولانا سمیع الحق کی دار العلوم کی افتتاحی تقریب سے فضیلت علم پر خطاب

۲۶ دسمبر ۲۰۰۱ء بمطابق ۱۰ شوال ۱۴۲۲ھ کو دار العلوم کے داخلے شروع ہوئے اور ۵ جنوری بروز ہفتہ کو جامعہ میں تعلیمی سال کی افتتاحی تقریب ایوان شریعت ہال میں منعقد ہوئی اور درس ترمذی سے حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ نے باقاعدہ تعلیمی سال کا آغاز کیا۔ اس موقع پر آپ نے جامعہ کے طلباء سے ایک موثر خطاب بھی فرمایا اور انہیں علم کی فضیلت، وقت کی اہمیت، موجودہ زمانے میں علماً کے کردار، عالمی صورت حال اور بین الاقوامی حالات کے پس منظر میں اپنے آپ کو تیار کرنے سے متعلق نصیحتیں فرمائیں۔ تقریب کے آغاز سے قبل بطور تبرک ہزاروں طلباً نے قرآن خوانی کی۔ مولانا کے خطاب اور آخر میں حضرت مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ صاحب مدظلہ نے اختتامی دعا کو رقت انگیز منظر میں بدل دیا۔ پورا مجمع دھاڑیں مار مار کر رو رہا تھا۔ اس موقع پر دار العلوم کے نائب مہتمم حضرت مولانا انوار الحق صاحب کے علاوہ تمام شیوخ اور اساتذہ کرام بھی موجود تھے۔ ذیل میں حضرت مہتمم صاحب کی پشتو تقریر کو جسے جامعہ کے مدرس مولانا حامد الحق حقانی نے ٹیپ ریکارڈ کی مدد سے اردو قالب میں ڈھالا من وعن قارئین ''الحق'' کے سامنے پیش کر رہے ہیں۔ اصل کیسٹ کی دستیابی کے لئے زرعالم حقانیہ اسلامی کیسٹ مرکز سے رجوع کریں۔

اکابر اساتذہ کرام! اور میرے محترم بھائیو!

دیگر اکابر اساتذہ موجود ہیں ان کا حکم ہے ورنہ میں اہل نہیں۔ دار العلوم دیو بند میں اور دار العلوم حقانیہ میں بزرگوں کا یہی طریقہ ہوتا تھا کہ نئے تعلیمی سال کا آغاز ترمذی شریف سے فرماتے تھے اور اختتام بخاری شریف سے۔

سندات ترمذی شریف کے پہلے باب کے ساتھ میں نے پڑھ لیں گویا افتتاح میں آپ کے اساتذہ کرام سے لے کر حضور اقدسؐ تک سندِ متصل بھی ذکر کر دی گئی اور اس سلسلہ کے مبارک نام جو یہاں بیان کئے انہی کی برکت سے یہ سلسلہ ہم سب کے ساتھ اللہ تعالیٰ قائم و دائم رکھے۔ اس ختم قرآن پاک اور جو احادیث مبارکہ آپ نے سنیں اللہ اس کی برکت سے اس افتتاح کو مبارک فرمائے۔ بہت ہی نازک وقت ہے امت اسلامیہ پر اتنا برا سخت وقت پہلے کبھی نہیں آیا۔ ایسے وقت میں ہم سب ایک بڑی آزمائش میں ہیں خاص طور پر دارالعلوم حقانیہ اور دینی مدارس یہ سارا نظام تعلیم اور تعلیم کا سلسلہ معرض خطر میں ہے۔ یہ عام عادی حالات کی طرح افتتاحی تقریب نہیں ہے خشوع وخضوع کے ساتھ رو ئیے کہ اللہ تعالیٰ اس ختم قرآن اور ان احادیث کی خاطر ان فتنوں سے ہمیں بچائے۔ اے اللہ ہم امتحان اور آزمائش میں پڑ جانے کی طاقت نہیں رکھتے۔ لوگ ابتلاء اور آزمائش میں کامیابی کی دعا مانگتے ہیں لیکن ہمارے حضرت شیخ الحدیثؒ فرمایا کرتے تھے کہ یا اللہ ہمیں بغیر آزمائش کے کامیاب کروا۔ ہم میں ابتلاء اور آزمائش کی اہلیت ہی نہیں ہم تو ضعیف اور بے بس ہیں۔ اس کا تحمل ہی نہیں کر سکتے، ہم عاجز ہیں، بغیر آزمائش کے کامیابی کی مثال ایسی ہے کہ ایک مدرسہ اعلان کر دے کہ آپ اس مرتبہ بغیر امتحان کے سب کامیاب قرار دیئے اور آپ سے پرچے اور امتحان نہیں لئے جائیں گے۔ تو یہ بہت بڑا انعام ہے۔ اے اللہ! ہم دنیا کی باطل قوتوں، کفار کی طاقتوں، کا مقابلہ نہیں کر پا رہے اللہ انہیں غیبی طاقت سے ہمارے راستے سے ہٹا دے اور ان ظالموں کو اپنی مصیبتوں میں مبتلا کر دے۔

ربنا لا تجعلنا فتنة للقوم الظالمين

اس دعا کا بھی یہی مفہوم نکلا کہ اے اللہ ہمیں بغیر آزمائش کے کامیاب فرما اور ہمیں ظالموں کیلئے آزمائش گاہ نہ بنا۔ گویا حضرت مولانا صاحبؒ نے یہ دعا اسی آیت کریم سے اخذ کی ہوگی۔ ایسی ہی حالت ہمارے سامنے ہے۔ آج عالم اسلام زخموں سے چور چور ہے۔ ملت مسلمہ کے دل زخمی زخمی ہیں۔ یہ سال ہمارے لئے عام الحزن ہے جیسا کہ رسول اللہؐ کیلئے ایک دفعہ ایک سال عام الحزن ثابت ہوا تھا تو یہ علماء، صالحین، اور دینی مدارس کے اہل علم طلبہ کے لئے عام الحزن ہے۔

یہ ساری صورتحال اللہ تعالیٰ کے آگے رونے دھونے اور التجاؤں کے ساتھ بدلی جاسکتی ہے۔ ہم نے تو اپنی طاقتیں دیکھ لی ہیں۔ خدایا ہم پر اور ملت پر خصوصی رحم فرما اور یہ طلباء جنہوں نے تحصیل علم کیلئے زندگیاں وقف کی ہیں اور تیرے دین کا علم سیکھنے کے لئے یہاں آئے ہیں یا اللہ ان کی خود حفاظت فرما اور ان کو سارے وسائل فراہم کیجئے اور یا اللہ ان کے ساتھ اپنی توفیق رفیق فرمائیے کہ جعل الاسباب موافقة لمطلوب الخير۔ ہی توفیق ہے۔

اللہ تعالیٰ اس ترمذی کا افتتاح اور آپ کا دارالعلوم میں آنا، دارالعلوم اور ہمارے لئے مبارک فرما دے۔

رسول اللہ ﷺ نصیحت فرمایا کرتے تھے کہ اے میرے صحابہ آپکی جانب دنیا کے کونے کونے سے لوگ علم حاصل کرنے کے لئے آئیں گے کیونکہ مدینہ منورہ دنیا کے لئے علم کا مرکز ہوگا۔ دبلی پتلی لاغر اونٹنیوں پر سوار افراد ان کو چھڑیوں سے

مارتے ہانکتے مدینہ کی طرف آئیں گے۔ کیونکہ وہ ایک طویل سفر سے تھک کر آ رہی ہوں گی دنیا کے چاروں اطراف سے اور وہ چل نہیں سکیں گی۔ راستے میں کمزور اور دبلا ہو جانے کے باعث وہ اپنے پاؤں کھینچ رہی ہوں گی۔ تو رسول اللہؐ وصیت فرمایا کرتے تھے کہ ان لوگوں کے ساتھ خیر کا سلوک کریں۔ اطراف و اکناف عالم سے لوگ علم کی مرکزیت قرار پانے کی بناء پر تحصیل علم کے لئے مدینہ آیا کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ سب لوگوں کو بھی رسول اللہؐ کی اس وصیت پر عامل بنادے کہ ہم آپ لوگوں کے ساتھ اچھا سے اچھا سلوک کر سکیں اور مدرسہ آپ کو خوب سے خوب تر راحت کے اسباب اور انتظام مہیا کروا سکے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں فراخی کے ساتھ وہ تمام اسباب غیبی پیدا کر کے عطا فرمائے۔ یا اللہ یہ تیرے طلبہ علوم دینیہ جو ایک مقدس طبقہ ہیں خلاصہ کائنات' خلاصہ انسانیت اور ملتِ مسلمہ کا سرمایہ اور نچوڑ اور آبرو ہیں کہ وہ تیرے دین کے طلبہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ پر بڑا انعام اور اکرام کیا' اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں کہ تحصیل علم کے لئے ان فتنوں کے دور میں بھی اللہ تعالیٰ نے آپ لوگوں کو مخصوص کیا ہے جبکہ دنیا کی ساری کفری طاقتیں آپ کے خلاف ایک ہوئی ہیں۔ یہ اللہ کے فضل و کرم پر ہے یہ انسان کے کمال پر نہیں کہ ہم یہ کہیں کہ اے اللہ ہم نے بڑا کارنامہ سرانجام دیا۔ کہ تیرے علم دین سیکھنے کے لئے یہاں آئے اور آلتی پالتی مار کر مستقل بیٹھ گئے۔ یمنون علیک ان اسلموا قل لا تمنوا علی اسلامکم بل اللہ یمن علیکم ان ھداکم للایمان

یہ تیرا ہم پر احسان ہے ورنہ لوگ دنیا کے طالب بنا کرتے ہیں۔ کوئی روزی کیلئے انجینئر بن رہا ہے اور کوئی ڈاکٹر' تو کوئی کارخانے دار' بڑی سے بڑی تعلیم دنیاوی' بڑے سے بڑے منصب اور عہدے کے حصول کیلئے یا کوئی ڈائریکٹر یا فوج کا جنرل بن جانے کیلئے علم حاصل کرتے ہیں۔ یہ سب راستے آپ سب کیلئے تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کو دین کے حاصل کرنے کی طرف موڑا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت عظیمہ ہے بڑی نعمت تو تخلیق ہے جیسا کہ ہم انسانوں کو وجود بخشا گیا ہے۔ اگر نہ ہوتا تو کچھ بھی نہ ہوتا۔ لیکن اس سے بھی بڑی نعمت انسانیت جو مابہ الامتیاز ہے تو وہ یہ علم ہے۔ وعلم الانسان مالم یعلم۔ تخلیق اور وجود میں یعنی موجودگی میں سب کائنات شریک اس صفت میں جمادات' نباتات' اشجار و احجار' جبال' طیور' حیوانات' انعام و بہائم' زمین و آسمان' علویات و سفلیات' عناصر اربعہ یہ سب شریک ہیں۔ پھر انسان کس خاص چیز کی وجہ سے انسان ہوا؟ کیوں اشرف المخلوقات قرار پایا؟ اور اس کا مابہ الامتیاز صفت کیا ہے؟ تو اللہ تعالیٰ خود جواب دیتے ہیں کہ علم الانسان مالم یعلم۔

جب اللہ تعالیٰ انسان کو پیدا فرما رہے تھے تو ملائکہ نے بھی حیرت اور استعجاب کیا کہ یہ تو پیدا کرنے کے بھی قابل نہیں۔ یا اللہ آپ اس کو سجدہ کرنے کا کہتے ہیں کہ ہم اس کو سلامی دیں اور مسجود ملائکہ اس کو گردانتے ہیں کہ ہم خود سب سے زیادہ معصوم ہیں۔ لا یعصون اللہ ما امرھم و یفعلون مایومرون۔ اور آپ انہیں سجدے کے حکم فرماتے ہیں۔ ہم تو آپ سے درخواست کرتے ہیں کہ انہیں پیدا ہی نہ فرمائیے۔ ایسی مخلوق آپ تخلیق کر رہے ہیں جو زمین میں سفک دماء کرے گی۔ اتجعل فیھا من یفسد فیھا و یسفک الدماء۔ اور دنیا

نے دیکھا کہ فرشتوں کا اندازہ درست تھا دیکھیں انسان انسانیت سے گر کر درندہ ہو جاتا ہے۔ دیکھئے ان امریکیوں اور شمالیوں کی حالت کو کہ یہ ظالم آج جو کچھ افغانستان میں کرر ہے ہیں یہ انسان ہی تو ہیں جنہوں نے درندوں کو بھی مات دے دی ۔ یہ اس آیت کا ظہور ہی ہے۔ جب انسان درندہ بن جاتا ہے تو اولئک کالانعام بل ھم اضل پھر انسان اسفل السافلین کو پہنچ جاتا ہے۔ تو پھر رحم، اخلاق، ترس و شرافت کے مادے ختم ہو جاتے ہیں۔ تو فرشتوں کا اندازہ درست تھا لیکن خدا تعالیٰ نے جوابا فرمایا کہ میں انسان میں ایمان ڈال دوں گا۔ جب علم ان میں آئے گا تو علم کی وجہ سے اسے فضیلت دیتا ہوں۔ انی اعلم مالا تعلمون و علم ادم الاسمآ کلھا یعنی تعلیم انسان کو خدا نے دے کر وجہ مسجود بنایا اور اسے امتیازی بنا دیا۔ مگر امتحان بھی ساتھ ہوتا ہے۔ تو فرمایا پھر عرضھم علی الملائکة آپکا امتحان ہوگا، سہ ماہی، ششماہی، سالانہ یہ اسی پہلے دن کی سنت ہے۔ قال انبئونی باسما ھو لاء ان چیزوں کے بارے میں پرچے دیئے گئے ۔ بہر حال انسان اسی وجہ سے دیگر مخلوقات سے افضل ہوا کہ اللہ نے اسے علم عطا کیا۔ جب پیدا فرمار ہے تھے تو اللہ نے شروع علم سے کی۔ امت مسلمہ پر دشمن لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ یہ تعلیم کی اہمیت نہیں سمجھتی ہمارا علم اور ہمارا دین ہماری وحی، ہمارا مذہب اور دین کا آغاز پہلا سبق علم کے ساتھ ہوا ہے۔ وحی کی ابتداء اقراء سے ہوئی۔ وہ کون سی کتاب ہے کوئی صحیفہ آسمانی اور کتابِ سماوی، تورات، زبور، انجیل وغیرہ وہ کون سی امت اور مذہب ہے یہود و نصاریٰ وغیرہ۔ جس کی شروع تعلیم کی اہمیت و حکم پر ہوئی ہو۔ میرے خیال میں کوئی دوسرا نہیں اور ہمیں اقراء سے آغاز کیا گیا وحی متلو قرات کا آغاز پڑھنے اور پڑھانے کے حکم سے ہوتا ہے کہ بیان کرو، قراءت کرو، تم ان پڑھ نہیں تو پیغمبر فرماتے ہیں کہ ما انا بقاری کہ میں تو نہیں پڑھ سکتا تو اللہ تعالیٰ ان کی مایوسی ختم کرتے ہیں کہ شروع ہو جاؤ۔ میں قاری بنادوں گا، میں عالم بنادوں گا، اقراء باسم ربک آغاز ہی علوم کا رب کے نام سے کرایا گیا۔ سائنس، ڈاکٹری، انجینئرنگ جو بھی ہو اس علم کو اپنے رب کے ساتھ وابستہ کرلیا جائے۔ ہم کہتے ہیں کہ تسخیر کائنات جغرافیہ، فلسفہ، سائنس و ٹیکنالوجی سب ضروری ہیں۔ ہم اس کے مخالف نہیں۔ لیکن اسے رب کے ساتھ وابستہ کرنا ضروری ہے۔ جس کو مغرب والے لوگ نہیں کرتے اور نہیں سمجھتے۔ ان سب علوم کی روح دین و مذہب ہونا چاہیے۔ رب کے نام سے آغاز کر کے رب کے نام میں رنگ جانا مذہب میں رنگ جانا، ڈوب جانا یہ وابستگی ضروری ہے۔ اقراء باسم ربک الذی خلق اور اقراء و ربک الاکرام الذی علم بالقلم ان ساری آیات کا آغاز علم، قلم اور پڑھنے سے ہے۔ یعنی علم کے فروغ کے اسباب کے لئے قلم یہاں پر آیا۔ یعنی وہ عظیم صفت اللہ تعالیٰ نے آپکو دی اور آپ کو انبیاء کے ورثاء کے طور پر چنا۔ شان آپ کی بہت بلند ہے۔ اس نے ملائکہ آپ کے لئے اور قدموں میں پر بچھانے کے لئے معمور کر دیئے۔ فضاؤں میں طیور، سوراخوں میں چیونٹیاں، حشرات الارض اور سمندر اور دریاؤں میں مچھلیاں آپ کے لئے دعائیں مانگتی ہیں۔

ان چیزوں کی دعاؤں کا ذکر احادیث مبارکہ میں آیا ہے یہ اتنا بڑا مقام ہے کہ نبوت کی وراثت کا سلسلہ ہے

یعنی وراثت نبوت کے ذریعہ علوم نبوت پھیلتے ہیں اور نبوت کے علوم کائنات میں ہوں تو عالم منور ہوگا اور عالم کی بقأ کا جواز بھی اس وقت تک ہوگا کہ جب تک اللہ کی عبادت صحیح طریقہ سے دنیا میں جاری رہے حضرت شیخ الحدیثؒ ہم سے فرمایا کرتے تھے کہ یہ کائنات والے بہت ہوشیار ہیں یہ پرندو چرند وحوش وطیور درحقیقت سب اپنے واسطے دعائیں مانگتے ہیں کہ طالب علم کے ساتھ رسول اللہ کا حقیقی علم ہوگا علم کی بنأ صحیح عبادت الٰہی ہوگی تو پھر دنیا بھی قائم رہے گی اور جب طالب علم نہ ہو تو رسول اللہ کا علم کیسے پھیلے گا اگر رسول اللہؐ کے علم کی روشنی نہ ہوگی تو پھر دنیا میں کوئی عبادت عبادت نہ ہوگی ہر چیز بدعت ہوگی دھریت ہوگی الحاد ہوگی تحریف ہوگی اور اگر سائنس ہے ٹیکنالوجی ہے اور رسول اللہ کا علم نہیں ہے مذہب نہیں ہے تو پھر وہ ھلاکت اور بربادی ہے اور انسانیت کی تباہی کے اسباب ہیں تو اس وجہ سے دنیا کی بقأ صحیح عبادت کے ساتھ وابستہ ہے ورنہ پھر دنیا ختم ہو جائے گی۔ لاتقوم الساعة حتیٰ یقال فی الارض الله الله جب تک زمین میں صحیح طریقے سے اللہ اللہ کا ذکر ہوگا یعنی اللہ تعالیٰ اللہ کی عبادت صحیح شکل میں ہوگی تو اس وقت تک قیامت قائم نہ ہوگی قیامت سے سب ڈرتے ہیں یہ پرندے حشرات الارض یہ سب چاہتے ہیں کہ قیامت واقع نہ ہو تو یہ درحقیقت اپنی بقأ کی دعا مانگتے ہیں تو آپ کا اتنا اہم مقام ہے۔ العلمأ ورثه الانبياء (الحدیثؐ) لیکن آپ کی ذمہ داریاں بھی بہت نازک اور اہم ہیں کائنات میں آپ کی بہت زیادہ اہمیت ہے جس کو اب کافر سمجھ گیا ہے پہلے زمانہ میں لوگوں کو طلبہ کی اہمیت نظر نہیں آتی تھی اور لوگ طلبہ دین کو کمتر سمجھتے تھے کہ یہ خیرات خور ہیں مولوی ہیں، بیکار ہیں تضحیک وتذلیل کیا کرتے تھے طلبہ کی تحقیر کیا کرتے تھے۔ انگریزی دان اور دنیادار طبقہ، لیکن دنیا کو اب پتہ لگا کہ علمأ و طلبہ بہت ضروری ہیں اہم ہیں۔ اس لئے کہ یہ اللہ کے دین کے قیام وبقاء اور اشاعت کے ذرائع ہیں تو ان کی دشمنی آج ملا سے ذاتی نہیں ہے بلکہ اس وجہ سے ہے کہ اسلام ان کے ساتھ وابستہ ہے اور اسلام کی تہذیب وکلچر ثقافت تشخص انکی وجہ سے دنیا میں قائم ودائم ہے اس وقت جو دنیا میں جنگ شروع ہے وہ دو تہذیبوں کی جنگ ہے وہ آج آپ کی یہ تہذیب نہیں برداشت کرسکتے۔ آپ کی یہ اتباع سنت یہ دستار، ڈاڑھی اور آپ عبادات اخلاق یہ پردہ وحیا حرام اور حلال جائز وناجائز میں تمیز کرنا۔ یہ سب ہماری تہذیب ہے اور ان کی تہذیب یہ ہے کہ انسان مادر پدر آزاد ہے اور بدترین حیوان ہے گائے، بھینس کی طرح، یہود ونصاریٰ کی قردو خنازیر جیسی زندگی ہے ان کا بودوباش اور کلچر یہی ہے کہ وہ کتوں اور خنازیر کی طرح سڑک پر ایک دوسرے سے بغل گیر ہوتے ہیں تو یہ بھی انہیں کی مثال دے کر کہتے ہیں کہ انسان کو بھی آزاد ہونا چاہیے۔ حجاب وپردہ ہرگز نہ ہو ہر جگہ کلب کا ماحول بنے۔

دراصل یہ دو تہذیبوں کی جنگ ہے وہ یہ اسلامی تہذیب مٹانا چاہتے ہیں وہ کہتے ہیں اس تہذیب کی بنیاد اور سرچشمہ مدرسہ ہے اور یہ ترمذی بخاری اور ھدایہ ہے اور یہ اساتذہ کرام علمأ اور طلبأ ہیں تو اب اس تہذیب کو عملاً مٹانے کا آغاز کردیا ہے۔ لیکن یہ آغاز آج سے نہیں بلکہ صدیوں سے ہے میں خود تو کبھی کبھی انتہائی مایوس ہو جاتا ہوں یہ اب جو ہوا اور جو کچھ ہو رہا ہے۔ افغانستان کے ساتھ پاکستان کے ساتھ افغانستان پر تو حادثہ آیا اور اس میں پہلے سے بھی بدتر سے

بدتر حالات سامنے آئے۔لیکن اب اس سے بھی زیادہ افسوس اور پریشانی۔کے حالات پاکستان کے لئے پیدا ہو گئے ہیں ۔افغانستان میں ۲۰، ۲۵ لاکھ افراد کی قربانیاں جبر اًطاقت کے ذریعے برباد کر دی گئیں۔ اور ایک اسلامی حکومت مٹادی گئی اور یہاں پاکستان بھی کفار کی تحویل میں چلا گیا ہے۔امریکہ کا عملاً تسلط قائم ہو چکا ہے یہ افغانستان سے بھی بڑا حادثہ ہے کیونکہ اس ملک کی آزادی کی داستان کی بھی ایک طویل تاریخ ہے۔ بہت بڑی جدوجہد کی گئی تھی انگریز جو اس خطہ سے گیا تو یہاں آسانی سے نہیں گیا ڈیڑھ سو سال جنگ ہوئی برصغیر کی آزادی کے لئے کہ یہاں سے بیرونی اور استعماری طاقت نکل جائے ۔شاہ ولی اللہؒ سے بات شروع ہوئی شاہ عبدالعزیز وغیرہ تک ایک بڑی جنگ ہوئی ۔ ہندوستان کو دار الحرب کہا گیا پھر سید احمد شہید اور شاہ اسماعیل شہید تک جہاد کی انگریزوں سے آزادی کے لئے جدوجہد کی ایک بڑی داستان ہے کہ ان کا مقصد برصغیر سے انگریز کو نکالنا تھا اور اس جہاد کا آغاز ۱۸۳۰ء سے قبل یعنی تقریباً پونے دو سو سال قبل اسی مقام سے کیا گیا سرزمین اکوڑہ خٹک ایک طویل جہاد کا عملاً آغاز انگریز کے خلاف اسی اکوڑہ خٹک کی سرزمین پر سے شروع ہوا اور یہاں سکھوں کے قلعہ پر شب خون مارا گیا۔مجاہدین کی جانب سے یہاں دشمن کا بڑا کیمپ تھا انہوں نے انگریز کا راستہ روک رکھا تھا مجاہدین افغانستان کے ذریعے کئی برس طویل لانگ مارچ کا سفر طے کر کے درہ بولان کے راستے تشریف لائے تھے۔ کیونکہ براہ راست فوری سکھوں اور انگریزوں کی وجہ سے اس علاقہ میں داخل نہیں ہو سکتے تھے۔زندگی علماء اور طالبان کی مستقل جدوجہد سے عبارت ہے آج مسلمان ہونا بہت مشکل کام ہے حدیث میں آتا ہے کا القابض علی الجمرة جیسے مٹھی میں چنگاری پکڑنا تو یہی حالت ہے اس وقت مسلمانوں کے ساتھ کیا ہو رہا ہے طالب علم مجاہد عرب مجاہدین کیسے وقت گزار رہے ہیں۔دنیا کی کسی جگہ وہ محفوظ نہیں ہیں چنگاریاں انہوں نے ہاتھوں میں پکڑ رکھی ہیں اتنی تکالیف کے ساتھ تو مقصد یہ ہے کہ اس جنگ کا آغاز اسی جگہ سے ہوا تھا سید احمد شہید سید اسماعیل شہید اکوڑہ کے دریا کو عبور کر کے یہاں آئے اور ان کا پہلا پڑاؤ دریا کے پار تھا۔ پھر رات کو انہوںؒ نے شب خون مارا سکھوں نے، اور بہت بڑی فتح اللہ نے ان کو دی۔ بڑی تعداد میں سکھ فوجی ہلاک ہوئے اور مجاہدین کی بڑی تعداد بھی اس جانب سے شہید ہو گئی جس میں ہندوستان کے مختلف اطراف اور افغانستان کے بھی مختلف اکناف کے مجاہد لوگ شامل تھے سید صاحب نے ۷۰ ستر افراد کے تو باقاعدہ نام ہندوستان خط کے ذریعہ لکھ بھیجے کہ یہ اس معرکہ اکوڑہ خٹک میں یہاں شہید ہو گئے۔ پتہ نہیں اور کتنے ہوں گے دیگر علاقوں کے یہ سب اسی سرزمین دار العلوم حقانیہ کے گردونواح میں مدفون ہیں۔ یہ دار العلوم حقانیہ یہاں پر کیف ما اتفق قائم نہیں ہوا یہاں پر اس کے اندر اللہ تعالیٰ کی حکمتیں اور نظام ہے وہ خون شہداء اس زمین میں جذب ہو گیا ہے وہ یہاں جگہ جگہ مختلف مقامات پر مدفون ہیں بالاکوٹ میں جام شہادت نوش کیا ان کا جہاد سو سال تک جاری رہا ہندوؤں کے ساتھ اور مسلسل بڑی جنگیں ہوتی رہیں۔

مرہٹے آئے اور سب مسلمانوں کو غلام بنانا چاہا یہ بہت بڑا مسلمانوں پر امتحان تھا یہ حضرت شاہ ولی اللہ کا زمانہ تھا۔شاہ صاحب نے ہندوستان سے احمد شاہ ابدالی قندہاریؒ کے نام خط لکھ بھیجا یہ واقعات اور خطوط آپ کتب میں

دیکھ کر، تاریخ پڑھ کر خبردار رہیں۔اپنے اکابر کے کارنامے دیکھیں قال ضرب ضربا بہت ضروری ہے لیکن ساری عمر صرف اسی میں محو نہ رہیں ان سب سے خبرداری ضروری ہے۔اپنے اکابر سے، نظام سے، تاریخ سے تو علیٰ بصیرۃ ساری چیزوں کا اندازہ ہو آپ کو۔اس مرتبہ کوشش کریں گے کہ مطالعہ کی سطح پر دو تین کتابیں آپ کے جنرل مطالعہ کے لئے اکابر کی تاریخ پر ضروری داخل نصاب کریں۔منتخب کتب کا مطالعہ آپ کیا کریں گے۔اس میں پرچہ اور امتحان بھی لازمی ہوگا تو پھر وہاں (ہندوستان) مجاہد احمد شاہ ابدالیؒ تشریف لے گئے۔ہندوستان میں مسلمانوں کو جہاد کے ذریعے آزاد کروایا۔پھر کفار دوبارہ آئے ایسٹ انڈیا کمپنی کے نام سے انگریزوں نے قبضہ جمایا، یہ ایک تجارتی بہانہ بنایا۔اتنی آسانی سے پہلے کوئی کسی ملک پر چڑھائی یا قبضہ کی نیت سے نہیں آسکتا تھا یہ تاریخی المیہ ہے جیسے کہ اس بار ہمارے خطے میں آسانی سے امریکہ داخل ہوگیا۔ایک اشارے پر سارا ملک پاکستان غلام بنادیا گیا۔پہلے تو تجارت کے بہانہ سے انگریز برصغیر میں داخل ہوا تھا۔میسور میں ٹیپو سلطان شہید ڈٹ گئے۔اس کے خلاف بڑے جہاد ہوئے۔جہاد کے مرکز میسور، سرنگاپٹم میں بڑی جنگوں کے بعد ٹیپو سلطان وہاں شہید ہوگئے۔پھر سید احمد شہید کی جنگ، پھر ہمارے اکابر حضرت نانوتویؒ حضرت گنگوہیؒ جن کے شروع میں آپ نے سلسلہ حدیث میں نام سنے۔انہوں نے عملاً جہاد کیا، گولیاں کھائی، زخمی ہوئے، قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں۔شاملی میں تھانہ بون میں، پانی پت میں، غدر کے سال ۱۸۵۷ء میں تمام ہندوستان میں انگریز کے خلاف تحریک شروع ہوگئی۔سینکڑوں علماء نے قربانیاں دیں۔اس لئے میں کہتا ہوں کہ

افغانستان اور پاکستان کے حالیہ حادثہ بہت بڑے حادثات ہیں اس کے پیچھے بہت بڑی تاریخ ضائع ہوگئی۔
اللہ اب اس تاریخ کو مزید بچائے۔

سینکڑوں علماء کا تحریک آزادی کی خاطر پھانسی چڑھنا، دہلی کے چوکوں سے لے کر دوسرے شہروں تک کے راستوں میں درختوں کے ساتھ علماء کی لاشیں لٹکائی جاتی تھیں اور انہیں خنزیر کی چربی میں سی لیا جاتا تھا۔بہ عبور دریائے شور علماء اور درس نظامی کے مصنفین کو ملکوں سے نکال کر سمندروں کے پار کروایا گیا اور ایسے جزیروں میں پھینک دیا گیا کہ ان غرباء نے تمام عمر قید تنہائی میں تڑپ کر کاٹی۔جیسا کہ امریکہ اب عرب مجاہدین اور طالبان کیوبا کے دور دراز جزیرہ میں پھینک رہے ہیں۔ان جزائر کو کوئی راہ و رسد نہ تھا۔غالباً علم الصیغہ کے مصنف جعفر تھانیسری اور دیگر علماء کے عجیب حالات آپ سنیں گے تو پھر انہوں نے کبھی اپنے بال بچوں اور وطن کو آنکھوں سے نہ دیکھا۔کچھ کو کالے پانی بھیجا گیا تو یہ تھی مسلسل قربانی اور جذبہ جہاد تحریک ریشمی رومال شیخ الہندؒ نے ہندوستان سے شروع کی جس میں حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ جیسی شخصیات تھیں۔ان سب نے تحریک جنگ آزادی اس لئے لڑی کہ ملک سے انگریز چلا جائے۔پھر حضرت شیخ الہندؒ کو جزیرہ مالٹا بھیجا گیا جہاں سے چھ ماہ بعد ایک آدھ سمندری جہاز گزرا کرتا تھا۔اور لوگ اس کے انتظار میں کھڑے ہوجاتے کہ شاید کوئی خط یا پیغام لے کر آیا ہو۔حضرت شیخ اسلام مولانا حسین احمد مدنی قدس اللہ سرہ العزیز، مولانا میاں عزیر گل صاحب کاکاخیل اسی جزیرہ میں حضرتؒ کے ساتھ خدام اور شاگردوں کی حیثیت سے موجود رہے۔اسی جگہ تقریباً چار برس انہوں نے کاٹے وہ حالات اگر آپ پڑھیں کہ انہوں

نے کیسے یہ وقت وہاں گزارا تھا۔ اتنی طویل مسلسل جدو جہد رہی پھر اس میں پاکستان کا نعرہ بلند ہوا' پاکستان کے نام پر لاکھوں لوگ لُٹ گئے' رسوا و خوار ہوئے لاکھوں نے پاکستان کی جانب ہجرت کی کچھ دوسری جانب گئے' اپنوں سے بچھڑ کر رہ گئے۔ اس میں ہزاروں لاکھوں مسلمان شہید بھی ہوئے۔ ہماری ہزاروں خواتین کو ہندوؤں نے جبراً وہاں روک لیا اور ان سے زیادتیاں کیں۔ مشرقی پنجاب اس کی مثال ہے معلوم نہیں کہ ان مسلمان خواتین سے کتنے ہندوؤں اور سکھ بچوں نے جنم لیا ہوگا۔ ان سب قربانیوں کے بعد ہندوستان سے ایک خبیث طاقت بالآخر نکل گئی اور برصغیر آزاد ہو گیا۔ انہوں نے افغانستان پر بھی قبضہ کرنے کی کوشش کی۔ بیس' پچیس ہزار افراد وہاں داخل ہوئے لیکن انگریز اپنے ارادے میں کامیاب نہ ہو سکا۔ افغانیوں نے انگریز فوج کو ایک ایک کر کے ہلاک کر ڈالا۔ ایک دو فوجی علامتاً زندہ چھوڑے گئے' وہ وطن واپس جا کر انگریز کو خبردار کر سکیں کہ افغان کسی کا تسلط برداشت نہیں کرتے۔

ان حادثات و واقعات کو غور سے مطالعہ کرنے کے بعد بھی کچھ امید اور سہارا ہے کہ اسلام کو انشاء اللہ کوئی سرے سے ہرگز مٹا نہ سکے گا۔ اسلام پھر غالب ہوگا۔ تاریخ میں اتنا کچھ ہمارے ساتھ ہو جانے کے باوجود اسلام زندہ رہا اس سے حوصلہ اور نیا ولولہ جنم لیتا ہے۔ لیکن میں کہتا ہوں کہ دو سو سالہ تسلسل سے ایک ملک آزاد ہو کر آج پھر اتنی آسانی سے امریکہ کے حوالہ کر دیا گیا۔ آج پاکستان میں ہوائی اڈے ان کے قبضے میں ہیں' عدالتیں اور احکام ان کے ہیں۔ اینٹلی جنس ساری لاجسٹک سپورٹ' سہولت ان کو فراہم ہیں۔ طالبان کے بہانے تلاشی کے لئے وہ کسی کے گھر بھی داخل ہو سکتے ہیں۔ کسی گاؤں میں ایک طالب علم کی موجودگی کا ان کو بتا دیا جائے تو وہ پورا کا پورا گاؤں ملیا میٹ کر دیتے ہیں۔ پچھلے دنوں افغان سفیر کو پکڑ کر لے گئے حتیٰ کہ پاکستانی حکام کو جو بھی حکم ملتا ہے وہ سر تسلیم خم کر لیتے ہیں۔ میرے نزدیک عملاً دو سو سالہ محنت دریا برد ہو گئی۔ اتنا بڑا حادثہ ہے اللہ ہی اس تحریک کو بچائے۔ مسلمانوں کے احیأ کا وقت جلد آئے گا لیکن اب علم نہیں کہ امریکہ کی غلامی کا تسلط کتنا دراز ہوگا۔ اگر اللہ تعالیٰ نے یہ آزمائش جلد ختم نہ کی تو جیسے ہمارے بزرگ اکابر تھے۔ ان کی طرح ہمارا جذبہ اور ولولہ پختہ نہیں رہا۔ آپ نے دیکھا کہ اس قوم میں وہ دم خم نہیں رہا۔ اہل کفر کے خلاف کچھ اہل دین ہی نکل سکے تھے یہ حادثہ دونوں ممالک پر ہے۔ عالم اسلام پر ہے۔ ہمارے بعض اکابر بزرگ فرماتے ہیں کہ انشاء اللہ یہ برے حالات جلد بدل جائیں گے۔ و انہ لاییئس من روح اللہ الا القوم الکفرون (الایۃ) اور اللہ کی رحمت سے مایوسی بھی کفر ہے۔ لاتقنطوا من رحمۃ اللہ۔ اس بہت بڑے عظیم حادثے سے اللہ تعالیٰ کوئی بہت بڑے حیرت انگیز نتائج اور آثار عنقریب نکالیں گے۔ مومن کی حیثیت سے ہمارا ایمان ہے وہ طالبان جو ایمان کے مجسمے تھے اللہ کا دین وطن میں قائم کروا رہے تھے۔ ان کے جرم کی بنیاد صرف یہ تھی کہ اللہ کا دین شریعت کا نظام قائم کر رہے ہیں۔ و ما نقموا منھم (الایۃ) کی وہ آیتیں پڑھ لیں کہ وہ صرف لاالہ الا اللہ پڑھتے تھے پھر وہ عرب مجاہدین کہ انہوں نے اپنی راحتیں' آرام' بنگلوں اور محلات کو خیرباد کہہ کر اسلام کی حفاظت کے لئے سب کچھ چھوڑا۔ حال ہی میں عمرے کے دوران میں نے مدینہ منورہ میں مسجد قبا کی جانب محلات کا ایک وسیع سلسلہ

دیکھا ساتھ موجود حضرات سے پوچھا کہ یہ کس کے ہیں؟ انہوں نے بتایا کہ یہ شیخ اسامہ بن لادن کی ملکیت ہیں۔ اور اس کی والدہ آج کل یہاں موجود ہیں۔ اور رو رو کر اسامہ کے لئے اللہ سے دعائیں مانگ رہی ہیں۔ تو پھر یہ لوگ یہ تعیشات یورپ کے مزے اور زندگیاں بھی اختیار کر سکتے تھے۔ لیکن سب کچھ چھوڑ کر اللہ کے دین کی حفاظت کے لئے جوانیاں وقف کر گئے۔ عربی میڈیا میں آج کل یہ لفظِ کھوف تورا بورا وغیرہ کی خبروں میں زیادہ استعمال ہو رہا ہے۔ میں سوچتا ہوں کہ انہیں اللہ نے اصحاب کہف بھی اس زمانے میں بنوادیا۔ وہ سنت بھی اللہ تعالیٰ نے ان سے ''تورا بورا'' میں زندہ کروادی۔ اصحاب کہف کو تو غاروں میں بالاخر امان سے اللہ کی عبادت کرنے کے لئے چھوڑا گیا لیکن اِن کے ساتھ غاروں میں بھی کیا کچھ نہ ہوا۔ ان غریب بے یار و مددگار مجاہدین کو کعوف میں بھی چین سے نہ بیٹھنے دیا گیا۔ (تقریر کے دوران ان جملوں کی ادائیگی کے دوران حضرت مولانا کی آواز ڈبڈبا گئی۔ اور مجمع بھی دھاڑیں مارنے لگا' کافی دیر سکتہ میں رہنے کے بعد انہوں نے پھر تقریر شروع کی اور فرمایا) کہ اگر یہ سب عظیم قربانیاں خالص اللہ کے لئے ہیں تو ہمارا ایمان ہونا چاہیے کہ ان سب کے نتائج اسلام کے لئے بہتر نکلیں گے۔ اسلام بہت ہی سخت جاں مذہب ہے' اسے جتنا بھی اہل کفر مٹانا چاہتے ہیں وہ اتنا ہی مضبوط تر ہوتا جاتا ہے۔ ابھرتا ہے' بلند ہوتا ہے' چنگیز خان' تاتاری' ہلاکو خان یہ سب عالم اسلام پر حملہ آور ہوئے اور مسلمانوں کو نیست و نابود کرنا چاہا۔ ہر بڑے شہر کے مرکز میں انسانی کھوپڑیوں کے دروازے بنوادیئے۔ ہزاروں انسانی سروں کے ان دروازوں میں سے وہ فاتحانہ شہر میں داخل ہوتے۔ بغداد ہمارا مرکز تھا' سقوط بغداد کے حالات پڑھیے وہاں گلیاں چوراہے انسانی سروں سے بھرے پڑے رہتے تھے۔ بغدا دعلم کا وہ مرکز تھا جہاں ہر گھر میں عظیم کتب خانہ موجود رہتا۔ وہ ہمارا دارالخلافہ تھا۔ علمی تعلیمی اسلامی مراکز کی بڑی بڑی لائبریریوں سے کفار نے قلمی لاکھوں کتابیں دریائے دجلہ میں بہادیں۔ دریا کا پانی سیاہی بن گیا۔ لاکھوں کتابوں کے حجم سے دریا رک گیا۔ ابن علقمی جیسے غداروں نے اس وقت بھی اسلام کی تاریخ کو اپنے شرمناک کردار سے داغدار بنایا۔ خلیفۃ المسلمین المعتصم باللہ کے ساتھ کیا ہوا۔ شیخ سعدی نے کیا عجب کہا

آسماں را حق بود گر خون ببارد بر زمیں ۔۔۔ بر زوال ملک مستعصم امیر المومنین

اسی طرح آج ہمارے امیر المومنین ملا محمد عمر مجاہد اور مجاہد اسامہ بن لادن بھی آزمائشوں میں ہیں۔ اللہ انہیں ظالموں سے بچا کر سرخرو فرمائے۔ وہ اگر ظالموں کا نشانہ ہیں' آزمائش میں ہیں تو وہ اسی ہماری پچھلی تاریخ کا حصہ ہے۔ سقوط بغداد کا حادثہ امت پر جب آیا تو تب بھی اسلام ختم نہ ہوسکا۔ انہی تاتاریوں میں سے اللہ تعالیٰ نے کسی کو ایمان بخش کر نکالا اور اسلام کی حفاظت کیلئے چنگیز' تاتاری اور ہلاکو کی اولاد میں سے افواج اٹھائیں۔ جنہوں نے پھر اسلام کا جھنڈا ہاتھ میں بلند کر کے دنیا پر لہرادیا۔ حضرت علامہ محمد اقبالؒ نے کیا خوب فرمایا کہ (معمولی ترمیم کیساتھ)۔

تو نہ مٹ جائے گا افغان کے مٹ جانے سے ۔۔۔ نشہ مے کو تعلق نہیں مے خانے سے

ہے عیاں فتنہ تاتار کے افسانے سے ۔۔۔ پاسباں مل گئے کعبہ کو صنم خانے سے

اس زمانہ کے وہ ساری شورشیں اور یورشیں مٹ گئیں، آج تاتاریوں کا نام ونشان بھی نہیں۔ اللہ نے، روس کے ساتھ کیا کیا۔ وہ سب کو ختم کرنا چاہتے تھے۔ تقریباً ایک صدی تک وسط ایشیاء کے سات آٹھ ممالک بحیثیت مسلمان ان کے غلام رہے۔ لیکن پھر دنیا نے دیکھا کہ افغانستان میں روس کو شکست ہوئی اور اس کا تسلط ٹوٹ گیا۔ الحمدللہ آج وہ ریاستیں آزاد ہیں۔ بیت المقدس کی تاریخ آپ دیکھیں، حضرت صلاح الدین ایوبیؒ کے زمانہ میں تمام عالم کفر، اہل اسلام کے خلاف ایک ہوگیا۔ یہود ونصاریٰ نے اس وقت اپنے ذاتی، سیاسی، مذہبی اختلافات بھلا دیئے۔ سب نے کہا کہ ہم نے مسلمانوں کے خلاف مقدس صلیبی جنگ جیتنی ہے یہ صلیبی جنگ اس زمانہ سے آج تک مسلمان کے خلاف جاری ہے۔ امریکن خبیث صدر بش نے اپنی تقریر میں افغانستان کے خلاف جنگ کو کروسیڈ صلیبی جنگ قرار دیا اور کہا کہ ہم مسلمانوں سے صلیبی جنگوں کا بدلہ لے رہے ہیں۔ اس زمانہ میں نازک ترین تاریخ تھی۔ آپ اسے ضرور پڑھیے۔ رنجی نالڈ رچرڈ رسول اللہؐ اور مذہب اسلام کی شان میں شدید گستاخانہ لب ولہجہ استعمال کرتا تھا۔ وہ تمام کفار افواج کا مشترکہ کمانڈان چیف جنرل تھا۔ جیسے آج پوری دنیا امریکہ وروس، لندن، فرانس، جرمنی، ہندوستان واسرائیل کی اتحادی افواج ایک ہیں۔ اس طرح یورپ کے تمام حکمران سپہ سالار افغانستان کی طرح شام جیسے چھوٹے ملک پر امڈ آئے۔ قیصر رچرڈ شیر دل فریڈرک شاہان فرانس صقلیہ انگلینڈ، آسٹریا برگنڈی وغیرہ آہنی فوج کے ساتھ ٹوٹ پڑے تھے۔ شام و فلسطین میں عیسائی حکومتیں قائم ہوئیں مرکز اسلام حجاز زد میں آ گیا۔ رنجی نالڈ نے مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ پر قبضہ کا ارادہ ظاہر کیا روضۂ اقدس کے بارے میں اہانت آمیز ارادوں کا اظہار کیا۔ یہ سب مسلمانوں کے خلاف آج بھی متحد نظر آرہے ہیں۔ پچھلے دنوں سوال اٹھا لوگوں نے مجھ سے پوچھا کہ یہ معرکۃ المعارک کی کیا پیشنگوئی ہے؟ وہ واقعی اسی جانب سے شروع ہوگی؟ کیا یہ معرکۃ المعارک کی جنگ کا آغاز ہے؟ میں نے کہا کہ بظاہر تو یہی نظر آرہا ہے۔ یہاں دنیا کے سامنے ایک مظلوم اور اہل حق طبقہ طالبان بے دست و پا ڈٹے ہوئے ہیں۔ دوسری جانب عالم کفر اپنے تمام تر اختلافات کو نظر انداز کر کے عالم اسلام کے مقابلے میں عالمی کولیشن کی صورت میں متحد نظر آرہا ہے۔ ہمارے ملکی یار بھی کہتے ہیں کہ ہم بھی اس عالمی برادری میں شامل ہیں وہ فخر کرتے ہیں یہود ونصاریٰ کے ساتھ رہنے پر جبکہ ہماری برادری تو عالم اسلام ہے، مسلمان ہے، ملت مسلمہ ہے، یہود ونصاریٰ کسی صورت بھی نہیں لیکن وہ ان باتوں پر نہیں شرماتے، نہیں ڈرتے۔ تقریباً تمام اسلامی ممالک کے سربراہان میں حیا نہ رہی وہ سب عالمی کولیشن کا نعرہ دباؤ اور ہیبت میں آ کر لگا رہے ہیں۔ اسی طرح اس زمانہ میں سب کفار نے مل کر بیت المقدس شریف پر قبضہ کیا تھا۔ آج مغربی میڈیا اسلام اور حتیٰ کہ ہماری مقدس کتاب قرآن کریم کے بارے میں یہ کہہ رہے ہیں کہ یہ ساری برائیوں، فتنوں، اور جرائم کا سرچشمہ ہے (نعوذ باللہ من ذالک) وہ کہتے ہیں کہ سارے انتہا پسند مسلمان قرآن کی وجہ سے ہیں۔ یہ سارے مضامین ان کی جانب سے اسلام کی مخالفت میں پھیل رہے ہیں۔ ایسی ہی صورتحال تھی کہ اُس کڑے وقت میں مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نے ایک ملک عادل نورالدین زنگی کو اٹھایا پھر ان کے جانشین ایک عظیم جرنیل صلاح الدین ایوبی نے اسلام اور اہل

اسلام کو بچایا۔سلطان میدانِ کارزار میں کود پڑے۔تاریخ اسلام میں ایسے کئی غیرت مند حکمران موجود ہیں۔اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ایک بہادر جرنیل آج کے دور کے لئے عطا فرمائے۔حضرت ایوبی نے اپنے او پر راحت و آرام کو حرام قرار دے دیا کہ میں اس وقت تک پکی چھت کے نیچے اپنی زوجہ اپنی اولاد کے ساتھ چین سے نہ بیٹھوں گا اور اس وقت تک پوری زندگی خیمے میں گزاروں گا کہ جب تک اس گستاخ رسول جرنیل (رچرڈ) سے اپنے نبیؐ کی شان میں کی گئی گستاخی کا بدلہ نہ لے لوں اور بیت المقدس شریف کو آزاد نہ کروالوں۔یہ عجیب تاریخ ہے آپ پڑھیں تو آپ دیکھیں گے کہ حضرت سلطانؒ اس دکھ اور غم میں دیوانہ وار صحراؤں اور جنگلوں میں گھوما کرتے تھے۔وہ صدائیں لگاتے کہ وااسلاماہ' واہ محمداہ۔ہمارے مخدوم مولانا ابوالحسن علی ندویؒ نے قاضی شداد کے حوالہ سے اس عاشقانہ کیفیت کا عجیب نقشہ کھینچا ہے لکھتے ہیں کہ میدان جنگ میں سلطان کی کیفیت ایک ایسی غمزدہ ماں کی سی ہوتی تھی جس کا اکلوتا بچہ مر چکا ہو ایک صف سے دوسری صف تک دوڑتے پھرتے اور پکارتے پھرتے یالَلاسلام اسلام کی مدد کرو اور آنکھوں سے آنسو جاری ہوتے۔تین تین دن تک منہ میں ایک لقمہ بھی نہ جاتا۔ان کے عجیب خطبوں اور تقاریر میں ذکر ہے کہ وہ رات بھر چاند اور تاروں سے رو رو کر باتیں کرتے۔بالآخر آپ کا مجاہدہ رنگ لایا۔اور حطین کے ایک بڑے معرکے میں وہ خبیث جرنیل اور بادشاہ گھیرے میں آ گیا۔افواج اسے پابہ جولاں آپ کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔سلطان نے تلوار نکال کر فرمایا کہ ھا انا انتصر لمحمد ﷺ۔کہ اے لوگو! سن لو کہ آج میں محمد عربی کا انتقام لے رہا ہوں اور اس کے سر کے دو ٹکڑے کر دیئے اور وہ طاقت اللہ تعالیٰ نے تہس نہس کر دی۔پھر وہ وقت آیا کہ ۹۰ برس بعد اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس کو آزاد کرایا اور جمعہ کی نماز ہوئی۔یہ سلسلہ پھر چلتا رہا خلافتِ عثمانیہ کی مثال لیں اس کے ساتھ بھی بہت دردناک تاریخ پیش آئی لیکن آخر انگریز دشمن کو اس زمانہ میں بھی ذلیل و رسوا بنایا گیا۔انہوں نے پہلے خلافت عثمانیہ کو تہس نہس کیا پوری اسلامی دنیا تتر بتر ہوگئی۔لیکن آخر اللہ نے ان سب کو آہستہ آہستہ آزاد کروادیا۔آج پھر وہی مسلماں کے ساتھ ہو رہا ہے۔حضرت علامہ محمد اقبالؒ نے کیا خوب فرمایا:

اگر عثمانیوں پر کوہ غم ٹوٹا تو کیا غم ہے
کہ خونِ صد ہزار انجم سے ہوتی ہے سحر پیدا

آج کے شہداء مجاہدین اسلام کے درخشندہ ستارے ہیں۔جو افغانستان میں راہ حق کے لئے عرب و غیر عرب کی تفریق مٹا کر شہید ہوئے۔ان شہید ستاروں کے ڈوبنے پر ایک نئی سحر جلد پیدا ہوگی۔ہمیں اللہ تعالیٰ سے بھرپور امید و توقع بھی رکھنی ہوگی۔ہم نے جدوجہد کو جاری رکھنا ہوگا۔حوصلے نہیں ہارنے ہوں گے'ہماری دینی مدارس کی طالب علمی کا شرف حاصل کرنا تو آج بہت ہی اہم اور نازک بن چکا ہے۔پوری دنیائے کفر آپ کی دشمن بن چکی ہے ایسے کٹھن وقت میں دین کے لئے آپ نے خود کو وقف کیا اور یہاں دار العلوم آئے اب تو لازمی ہے کہ پہلے سے زیادہ لمحہ لمحہ پڑھائی کو قیمتی بنایا جائے۔کھیل کود' سیر و سیاحت اور آوارگی میں وقت ضائع نہیں کرنا چاہیے۔اب آپ ایک عظیم معرکۃ المعارک میں داخل ہو کر میدان کارزار میں عملاً اتر چکے ہیں۔آپ کو خوب معلوم ہونا چاہیے کہ کافر اب آپ کو قطعاً برداشت نہیں

کرسکتا۔ خود کو علمی اسلحہ سے لیس کرلیں۔ علمِ دین سے مسلح ہو کر آگے آپ نے دنیا میں نظریاتی جنگ لڑنا ہوگی۔ یہ ایٹمی قوت وغیرہ کی صرف ایک لہر ہے۔ اب پھر دنیا متوجہ ہو رہی ہے کہ اسلام میں اتنی قوت کیوں ہے۔ یورپ اور امریکہ میں بک شاپس پر اسلامی کتابیں ختم ہو رہی ہیں۔ شائقین اور ناقدین اسلام کا لٹریچر پڑھنا چاہتے ہیں جو وہاں ناپید ہے۔ ہم مسلمانوں نے آج کے دور میں کما حقہ اس میدان کا بھی حق ادا نہیں کیا ہے۔ اس کی مانگ اس لئے ہے کہ وہ اسلامی ذخیرہ پڑھ کر طالب علم کے بارے میں جاننا چاہتے ہیں' علماء اور اسلام کے بارے میں جاننا چاہتے ہیں کہ یہ اتنی سخت جاں چیزیں کیوں ہیں؟ انہوں نے اپنے سخت اصولوں پر کیونکر اسٹینڈ اٹھا رکھا ہے؟ وہ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ یہ مجاہدین کیسے آخرت اور شہادت کے لئے تیار ہوتے ہیں۔ فلسطین میں فدائی نوجوان اپنے جسم کے ساتھ بم باندھ کر کیوں مر جاتے ہیں۔ وہ اس جذبہ شہادت اور عقیدے کی قوت کو نہیں سمجھ پا رہے' وہ تجسس کر کر کے متلاشی بن گئے ہیں' دو تہذیبوں کی جنگ شروع ہو چکی ہے۔ اس تہذیب کو یہ لوگ قریب سے دیکھنا چاہتے ہیں ان کو آپ نے سمجھانا ہے کہ حجاب کیوں ضروری ہے'؟ حیا کیوں ضروری ہے؟ بے حیائی کیوں بری ہے؟ اشیاء کیوں حلال وحرام ہیں؟ یہ جائز و ناجائز کیا ہے؟ آپ نے علمی دلائل کے ساتھ ان کو قائل کروانا ہے۔ اسلام کی حقانیت صداقت ابدی کے ثبوت ان کو آپ نے دینے ہوں گے۔ یہ علم کی جنگ ہے' دنیا علم کی طاقت سے آپ کے مذہب کی حقانیت کے بارے میں سوالات کرے گی۔ اب آپ کا پیغام ایک ایسی دنیا کو جانا ہے جہاں آگے بڑے بڑے امتحانات ہیں۔ یہ دنیا فلسفہ سائنس اور ٹیکنالوجی کی ہے۔ ایٹمی دور ہے۔ تسخیر کائنات میں وہ چاند مسخر کر گئے۔ اس دور میں اسلام کی صحیح تعبیر تشریح تحریر وتقریر اور قلم کی ضرورت ہوگی۔ ادع الی سبیل ربک بالحکمة والموعظة الحسنة وجادلهم بالتی هی احسن۔ یعنی زمانے کے نئے حالات وانداز اپنے سامنے رکھنے ہوں گے۔ سب علوم کو آپ نے اپنے اندر جذب کرنا ہوگا۔ قرآن وسنت فقہ کے دلائل اصول' حِکَم' اسرار سمجھنے ہوں گے ان اساتذہ کرام کو اللہ تعالیٰ تندرست وتوانا رکھے اور انہیں توفیق دے کہ آپ کو صحیح علوم سے روشناس کرا سکیں۔ ان کے علوم کو آپ نے اپنے اندر جذب کرنے کا مادہ پیدا کرنا ہوگا۔ احادیث میں آپ پڑھیں گے کہ تین اقسام کے طلباً ہیں۔ اب آپ نے فیصلہ کرنا ہوگا کہ آپ نے کون سی قسم کا طالب علم بننا ہے۔ اس کی مثال حضور اقدسؐ نے دی ہے کہ ایک ایسی زمین ہے جو مزے دار نرم' گوڈی کی گئی ہے جس میں بارش کے وقت سارا پانی جذب ہو جاتا ہے۔ پانی کے جذب ہونے کے بعد وہ زمین گل وگلزار ہوگئی' زرخیز ہوگئی' رسول اللہ فرماتے ہیں کہ اس میں سبزیاں' میوے اور درخت نکل آئے۔ دراصل پانی میں حیات موجود تھا جس نے مردہ زمین کو زندہ کر دیا اور بعض طالب علموں کے علم کی مثال دوسری قسم پر دی گئی ہے کہ ایک سخت اور سنگلاخ گہرے کھڈوں والی زمین ہے۔ سختی کی وجہ سے اس میں پانی کی جاذبیت کا مادہ تو موجود نہیں۔ لیکن اس نے بارش کا ایک ایک قطرہ اپنے اندر جمع کر کے محفوظ رکھا اور وہ کسی ڈیم اور تالاب کی شکل میں دیگر کھیتوں اور باغات کو اپنے نالوں اور نہروں کے ذریعے فیضیاب کرتی رہی۔ ہمارے حضرت شیخ الحدیثؒ فرمایا کرتے تھے کہ یہ زمین

کی یہ مثال بھی بہت اچھی ہے کیونکہ کھائی والی زمین میں بلند پہاڑ کے مقابلے میں عاجزی اور انکساری ہوتی ہے۔اسی عاجزی کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے اس زمین میں (ذخیرہ علم) جمع کردیا کہ خود تو جذب نہ کرنے کی وجہ سے زیادہ اس علم پر عمل پیرا نہ ہوسکا لیکن دوسری کائنات اس سے مستفید ہوئی۔اسی طرح طالب علم اور عالم کو بجو وانک اپنانا ہوگا۔تیسری قسم کی زمین وہ ہے جو سخت پہاڑ کی مانند ہے جس پر رات دن ہر موسم میں بارش ہوتی رہی لیکن وہ ہرا بھرا نہ ہوسکا۔اور نہ اپنے اندر علم کی نعمت (پانی) جمع کرسکا۔ بلکہ آخر تک خشک کا خشک رہا۔جتنا پانی گرے اس پر پھسل کر بہہ گیا۔

عزیز طلبأ! ہمیں چاہیے کہ پہلی دونوں طالب علموں کی قسمیں بن جائیں کہ دین پر عمل بھی ہو اور دنیا میں بھی کام کر کے پھیلا سکیں۔آپ نے جنرل علوم بھی پڑھنے ہوں گے۔آج دنیا ہماری مخالفت میں لگی ہے کہ یہ جدید علوم کو نہیں سمجھتے حالانکہ ہمارا مقصد بنیادی طور پر علم دین ہے۔ یہ لوگ نہیں سمجھتے مدارس کی دشمنی میں اب بھی غلط تعبیروں کے ذریعے پروپیگنڈا کیا جارہا ہے۔حکومتِ پاکستان کی سطح پر اور غیروں کے اشاروں پر ایک خطرناک منصوبہ مدارس کے لئے بنایا جارہا ہے۔امریکہ کے نزدیک افغانستان میں طالبان کے بعد دوسرے نمبر پر دوسرا بڑا ہدف مدرسہ ہے' ممبرو محراب ہے وہ مدارس کے صف اول میں اسی جامعہ حقانیہ کو نمبرون دشمن کہہ کر پکار رہے ہیں۔ہم بہت بڑی آزمائش میں ہیں۔ ہماری فوری ترجیح یہ ہے کہ کچھ حکمت عملیوں کو اختیار کر کے ان مدارس کا نظام کسی طور پر بچا سکیں۔دشمن کی توجہ اس سے ہٹانا وقت کی ضرورت ہے۔ یہ مدارس کا سلسلہ آخری سہارا ہے۔اس دین کی حفاظت کیلئے ہمارا اللہ پر ایمان ہے۔ وہ اس کی حفاظت کرے گا۔

امریکی یہ سمجھ رہے ہیں کہ جبتک ان ممالک میں یہ مدارس نظام چلا رہے ہیں تو اسلام غالب رہے گا۔مجاہد بھی پیدا ہوں گے طالب علم بھی تیار ہوں گے۔وہ سمجھتے ہیں کہ اس نظام کو اگر ہم نے ختم کرلیا تو یہ اسلامی ممالک اسپین اور اندلس بن جائیں گے۔ جہاں پر آٹھ سو برس مسلمانوں کی شان وشوکت کی حکمرانی تھی۔وہ وہاں نظام ختم کرنے میں کامیاب ہوگئے تھے پھر سمرقند و بخاری اور تاشقند سنٹرل ایشیاء سے سوویت یونین نے اس نظام کو باہر نکالا۔وہاں علم ختم ہوگیا' امام بخاری' امام ترمذی' نسائی' مرغینانی' ابن ماجہ' صحاح ستہ والے تقریباً جتنے بھی ہیں وہ اس خطے کی پیداوار تھے۔یہ علوم وہاں کی برکت ہیں۔آخر علم وعلمأ دونوں کو وہاں سے ختم کردیا گیا۔اب آپ وہاں دیکھیں کہ وہاں اسلام کا نام بھی ٹھیک طرح سے مسلمانوں کو نہیں معلوم۔امریکہ سمجھ رہا ہے کہ ہم نے پاکستان کو بھی ترکی بنوانا ہے 'الجزائر بنوانا ہے' وہ ہمارے اس نظام میں مداخلت کرنا چاہتے ہیں مگر یہ بالکل ہرگز ختم نہیں ہونا چاہیے۔وہ نصاب بدلنا چاہتے ہیں' قبضے جمانا چاہتے ہیں' طلبہ کو اپنے کنٹرول میں کرنا چاہتے ہیں۔ہم سب نے مل کر اس نظام کو نہیں بدلنے دینا۔اللہ کے سامنے ساری ساری رات عبادات میں عاجزی سے رو رو کر یہ دعائیں مانگیں کہ ان اسلام کے قلعوں اور بیش بہا قیمتی خزانوں اور اپنے نظام کا حامی وناصر یا اللہ تو ہی بن۔ یہاں دنیا سے آپ کو دیکھنے کے لئے قسم قسم کے افراد آئیں گے کوئی صحافی ہوگا' تو کوئی جاسوس' وہ آپ سے مذہب اور سیاست پر سوالات کریں گے۔آپ نے کسی قسم کی گفتگو بحث مباحثہ ان

سے نہیں کرنی جب ہم بہت ضروری سمجھتے ہیں تو بزرگ اساتذہ کرام اور ہم خود ان کو جوابات دے کر مطمئن کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ مدارس کو کافی چیلنجز، نقصانات وخطرات اس وقت درپیش ہیں۔ مدرسوں پر حملے ہو رہے ہیں۔ ہمارے قابل فخر فاضل مولانا جلال الدین حقانی کے مدرسے کو پاکستانی حدود میں نشانہ بنا دیا گیا۔ ان علماءٔ کے گھر اور خانقاہیں مسمار کی جارہی ہیں۔ مدارس کفار کے کہنے پر بند کرائے جارہے ہیں۔ ایسے میں اپنے حکمرانوں سے خیر و بھلائی کی توقع کہاں ہوسکتی ہے۔ آپ یہ بھی ذہن میں رکھیئے کہ بغیر تکالیف کے علم حاصل نہیں ہوتا۔ آپ کو تیار رہنا چاہیے۔ ہمارے اکابر طالب علمی میں فاقے کیا کرتے۔ ماشاءاللہ آپ لوگوں کے لئے تو خوبصورت کمروں کے ہاسٹل، کتابیں اور عمدہ کھانا مفت میسر ہوتا ہے۔ یہاں بھوک و پیاس نہیں۔ میرے اور حضرت مولانا سید شیر علی شاہ صاحب اور دیگر اساتذہ کرام جو موجود ہیں کے طالب علمی کے شروع کے زمانہ کی حالت یہ تھی کہ گاؤں کے وسط میں حضرت شیخ الحدیثؒ کی ایک چھوٹی سی مسجد میں حضرتؒ کی برکات کا سلسلہ چل نکلا۔ درس شروع ہوا، وہاں سخت تکالیف تھیں، محلوں کی نالیوں کی بدبو، مسجد کی کچی سخت زمین پر اٹھنا بیٹھنا، پڑھنے کے لئے تیز چبھنے والی پتوں کی نوکدار چٹائیوں پر بیٹھنا۔ پیٹ بھر روٹی وہاں پر طلباءٔ کو میسر نہ تھی۔ سخت گرمی میں بجلی کی سہولت موجود نہ تھی آپ کے رشتہ دار بزرگ آباؤ اجداد (سابق طلباءٔ وفضلاءٔ) کو اکوڑہ کی مساجد میں پھیلا دیا جایا کرتا تھا اور طلباءٔ کے لئے روٹی اکٹھی کی جاتی۔ خود حضرت والد صاحبؒ اور اکابرین کی زندگی کا مطالعہ کریں تو ایک ایک روٹی ٹھنڈے باسی ٹکڑے سے وہ دیارِ غیر میں گزارا کیا کرتے تھے۔ یہ علم کے حصول کا طریقہ تھا۔ حضرت مولانا صاحبؒ ہر سال افتتاح اور اختتام کی تقریبات کے موقع پر اپنے ایک بزرگ طالب علم ساتھی کے لئے دعائیں مانگا کرتے تھے کہ میرے علم اور اس دارالعلوم کے ثواب میں اس طالب علم کا برابر کا حصہ ہے کیونکہ انہوں نے مجھے ہندوستان میرٹھ میں چھ ماہ تک آدھی روٹی پر مدرسہ میں پڑھنے کا موقع فراہم کیا۔ انہوں نے علم کے حصول کی قربانی کی خاطر خود اپنی ایک روٹی میرے ساتھ ہمیشہ بانٹی۔ اسی طرح دارالعلوم دیوبند کے بانی حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ اور حضرت مولانا گنگوہیؒ فرمایا کرتے تھے کہ دہلی میں پڑھائی کے دوران ہمارے پاس کھانے کے لئے اخراجات نہیں ہوتے تھے۔ ہم رات کو دہلی کے بازاروں میں سبزیوں کی بند دکانوں کے آگے سے پھینکی گئی باسی اشیاء میں سے ساگ وغیرہ کے پتے اکھٹا کر کے ابال کر گزارا کیا کرتے تھے۔ یہ حضرت گنگوہیؒ جو اس وقت دنیا میں فقیہ امت ابوحنیفہ وقت کے نام سے پہچانے جاتے ہیں یہ ان ریاضتوں اور قربانیوں کا نتیجہ ہے۔ خود حضرت امام بخاریؒ نے بھوک اور افلاس میں علم حاصل کیا۔ امام ابویوسفؒ فرماتے ہیں کہ العلم عز لاذل فیه علم بہت بڑی عزت ہے۔ اس میں ذلت ہے ہی نہیں۔ و الذین اوتو العلم درجات لیکن حصول علم بہت بڑی ذلتوں و مشقتوں سے ہوتا ہے۔

آپ حضرات تو الحمدللہ وظائف (روٹیاں اکٹھی کرنا) کے واسطے گلی گلی نہیں پھرتے۔ یہ سب صالحین طلباءٔ پچھلے زمانوں میں کیا کرتے تھے۔ الحمدللہ ہمیں بھی اللہ نے یہ سعادت بخشی۔ بچپن میں محلے کی مسجد میں جب کوئی چھوٹا

طالب علم موجود نہ ہوتا تو حضرت والد صاحبؒ مجھے حکم دیا کرتے کہ جاؤ بیٹا اگر ثواب کمانا ہے تو ان بھوکے طالب علموں کے لئے محلہ کے گھروں سے کھانا اکٹھا کر کے لے آؤ۔ لڑکپن کی وجہ سے مجھے جھجک اور شرم محسوس ہوتی میں چھپنے کی کوشش کرتا لیکن بالآخر حضرتؒ کے حکم کا پاس رکھ کر ہاتھ میں ٹوکری اٹھائے محلے کی جانب چل پڑتا۔ اہل محلہ کی واقف بزرگ خواتین اور لڑکیاں اور لڑکے مجھے دیکھ کر ازراہ مذاق آواز دیتے (کہ اب تم بھی چھوٹے طالب بن گئے ہو۔) مجھے تو چھوڑیئے خود حضرت شیخ الحدیثؒ اپنے گھر پر پکائی گئی روٹیوں کا بڑا ٹوکرا سر پر اٹھا کر مسجد لے جاتے تاکہ بھوکے پیاسے اور غریب الوطن طالب علم شاگردوں کے پیٹ بھر سکیں۔ حضرت شیخ الحدیثؒ کی والدہ ماجدہؒ اور میری والدہ ماجدہؒ پچاس طلباً کا آٹا خود گوندھ کر نو دس مرتبہ تنور لگا کر روٹیاں پکاتیں۔ آخر میں حضرت دادی صاحبہ کی تو بینائی بھی چلی گئی تھی۔

آج تو سوئی گیس کی سہولت کا زمانہ ہے ابتدائی مشقتوں کے دور میں ہمارے اس قدیم مدرسہ کے ساتھ ملحق ہمارا کچا گھر ہوا کرتا تھا۔ بیری کے درختوں کی کانٹے دار جھاڑیوں کے گٹھے تنور میں آگ جلانے کی خاطر ہمارے گھر کے صحن میں پڑے رہتے۔ جس کی وجہ سے گھر کا صحن کانٹوں سے بھرا پڑا رہتا۔ میں اور میرے بھائی محمود الحق' انوار الحق چھوٹے بچے ہوتے تھے ہر وقت ہمارے قدموں میں کانٹے چبھ جایا کرتے۔ تو ایک دن حضرت والدہ صاحبہؒ نے ہماری تکلیف کو مدنظر رکھتے ہوئے ہمارے ماموں الحاج سیف الرحمان سے درخواست کی کہ وہ حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ سے علیحدگی میں بات کریں کہ ہمارے گھر کے متصل ہمارے دوسرے مکان میں جس میں دودھ کے لئے بھینیس رکھی گئی تھیں وہاں پر روٹی پکانے اور تندور رکھنے کا انتظام کیا جائے تاکہ یہ بچے گھر میں کانٹوں کی ایذا رسانی سے چھوٹ جائیں۔ حضرت شیخ الحدیثؒ نے اپنے بہنوئی سے فرمایا کہ اپنی بہن کو سمجھا دیں کہ اللہ تعالیٰ بچوں کو ان تکالیف کا اجر دے گا الگ نانبائی دوسرے گھر میں رکھنے اور مختلف اخراجات سے مدرسہ کے اخراجات میں ستر اسی روپے کا اضافہ ہوگا اور خوامخواہ مدرسہ پر بوجھ بنے گا۔ ایسی تکالیف کی منازل طے کر کے دارالعلوم اس عظیم مقام تک پہنچا ہے۔ یہ حضرت مولانا شیر علی شاہ اور دیگر اساتذہ کرام موجود ہیں یہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ علاقہ چھچھ میں ہم نے ایک ایک آنہ جوڑ کے دو روپے چندہ حضرت مہتمم صاحب کی خدمت میں پیش کیا۔ اور بڑی خوشی کا اظہار کیا کہ آج ہم نے بہت بڑا کارنامہ سرانجام دیا ہے۔ یہ فرماتے ہیں ہم پیدل دیہاتوں میں چندوں کی خاطر گھومتے' دور دراز کے علاقوں میں بعض اوقات ان اکابرین اساتذہ کو کھانے کو بھی کچھ میسر نہ ہوتا۔ دارالعلوم کو ویسے ہی اللہ تعالیٰ نے اس مقام پر نہیں پہنچایا۔ اس کی بنیادوں میں طلبہ کی محنتیں بہت زیادہ اخلاص اور قربانیاں موجود ہیں۔ لمسجد اسس علی التقویٰ انہوں نے اپنے آپ کو تھکاوٹوں اور ہلاکتوں میں ڈھال کر یہ ادارہ بنایا۔

اب طالب علموں کے پاس نہ ادب رہا نہ اچھے برے کی تمیز نعوذ باللہ بعض طلباً ان اداروں کے مٹانے کے پیچھے بھی پڑے رہتے ہیں۔ سیاست بازیوں کے ذریعے شر و فساد کے فتنے بھی اٹھاتے ہیں۔ یہ مدرسہ و طلباً کی قربانیوں

کا نتیجہ ہے جنہیں سخت سردی میں بستر میسر نہ ہوتے' پڑھائی کے واسطے مساجد میں بھوکے پیاسے ڈیرے ڈالے رکھتے۔ حضرت فرمایا کرتے تھے کہ حقیقت میں یہ دار العلوم طلباً نے قائم کیا۔ حضرت مولانا صاحب تو دیوبند سے پہلے فاضل اور پھر استاذ کی حیثیت سے اکوڑہ تشریف لائے اور فرمایا کہ چھٹیاں ختم ہونے پر ہندوستان دیوبند واپس جاؤں گا۔ اس دوران چند طلباً مسجد میں پڑھنے آ گئے اور زبردستی مسجد کے ستون پر (مدرسہ حقانی) لکھ دیا۔ حقانیہ بھی کامل تحریر نہ کیا حضرت والد صاحب نے طلبہ کو منع کیا بجو جو ہمارے لوگ مدرسوں کو نہیں سمجھتے خوامخواہ ہمارے پیچھے پڑ جائیں گے۔ ہمارے علاقوں میں اس زمانہ میں یہ رواج تھا کہ طلباً اساتذہ کے لئے کھیتی باڑی کی خدمات سرانجام دیتے۔ آخر میں ان سے تھوڑا بہت پڑھ لیا کرتے تھے۔ اب تو عزیز طلباً آپ کے سامنے اس دار الحدیث ہال کے اسٹیج پر علم کے بحر اور علامہ اساتذہ' مفت آپ کی تعلیم وتربیت اور خدمت کے لئے بیٹھے ہوئے ہیں۔ آخر کار مولانا صاحب کو طلباً کے سامنے مجبور ہونا پڑا اور اسی مسجد قدیم میں اسباق کا یہ سلسلہ چل پڑا۔ ان ابتدائی طلباً نے اپنی جوانیاں مدرسے کی خدمت کے لئے وقف کر دی تھیں آخر دم تک ان اسلاف اور مخلصین کے طریقہ پر اگر آپ بھی چلے تو انشاء اللہ آپ سے بھی دنیا و آخرت کا کام لیا جائے گا۔ دار العلوم حقانیہ میں خالص اخلاص کی بنیادیں ہیں۔ ہر سال شیخ الحدیث کی دعائیں ہوتیں کہ اے اللہ حقانیہ کے فضلاء کو ہر میدان میں تا قیامت نمایاں اور ظاہر فرما۔ (امین) جو مسلسل ظہور پذیر ہو رہی ہیں۔

اس وقت تمام عالم میں جو کفر کے ساتھ اسلام کی جنگ ہو رہی ہے اس میں اس [illegible] ے کا نمایاں حصہ شامل ہے۔ روس کے خلاف حقانیہ کا بنیادی کردار اب امریکہ کے خلاف بھی بنیادی کردار اور افغانستان میں اسلامی حکومت کا قیام یہ سب دار العلوم کی روحانی اولادنے کیا اللہ اسے کبھی ضائع نہیں فرمائیں گے اسلام کی نشاۃ ثانیہ پھر ہوگی۔ انشاء اللہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو اپنی تباہی کے انجام کی طرف یکجا کر کے میدان میں لا رہا ہے۔ امریکہ کی مثال موجودہ وقت میں اس دیوانے کتے کی سی ہے جو ہر ایک کو کاٹنے کے لئے دوڑتا ہے۔ وہ کھل کر سامنے آ گیا ہے اس کے چہرے سے منافقت کا لبادہ اتر چکا ہے۔ وہ ماضی میں کہتا تھا کہ روس اسلام کا دشمن ہے اور امریکہ نہیں۔ اس نے بہت سے مسلمانوں کو مغالطے میں مبتلا کئے رکھا کہ میں مسلمانوں کا دشمن نہیں ہوں۔ وہ آج دیوانہ وار صرف افغانستان پر ہی حملہ آور نہیں ہوا بلکہ بے وجہ فلسطین' کشمیر' عراق' سوڈان' صومالیہ' یمن' لیبیا کو بھی ڈانٹ رہا ہے کہ تیار ہو جاؤ میں فارغ ہو کر آپ کو مٹانے' نیست و نابود کرنے پہنچ رہا ہوں۔ اگر فلپائن میں بھی کوئی اسلام کا نام لے تو اسے بھی ڈراتا ہے۔ وہ ایسا درندہ ہے کہ لاکھوں بچوں کا خون پی کر بھی اس کی پیاس نہیں بجھی۔

امسال دار العلوم مشکلات میں ہے' جنگ کی وجہ سے دار العلوم اور دیگر سب مدارس مشکلات میں ہیں کیونکہ معاونین نے کافی رقوم اور اشیاء چندے کے طور پر طالبان تحریک میں عطیہ کر دیئے تھے۔ یہاں غربت کا کام ہے ادارہ میں کبھی کچھ کمی بیشی ہو جائے تو آپ صبر اور حوصلہ کا دامن ہاتھ سے نہ جانے دیں۔ اس وقت بڑے بڑے شہروں میں بڑے چھوٹے مدارس کے پاس تنخواہوں کی بھی رقم موجود نہیں۔ ملک کے اقتصادی حالات آپ کے سامنے ہیں۔

بھارت کی جنگ کے آثار پاکستان پر نمایاں نظر آ رہے ہیں۔ ہمیں بھی امام بخاریؒ کی طرح تکالیف کے لئے ذہن تیار رکھنا ہوگا۔ حضرت امام مالکؒ کو ان کے والد صاحبؒ نے ایک چھوٹا گھر تر کے میں چھوڑا تھا۔ حضرت امامؒ نے علم کی خاطر کمرے کی چھت کی ایک ایک کڑی کو اتار کر بازار میں فروخت کر دی۔ تا کہ اس رقم پر سلسلہ تعلیم جاری رکھ سکیں۔ لکڑی کی ایک کڑی پندرہ بیس میں بک جاتی اس سے کچھ عرصہ نکال لیتے تو پھر دوسری۔ اسی طرح امام مالکؒ کا سلسلہ تعلیم مکمل ہوا ویسے ہی حضرت امامؒ امام دارالہجرت نہیں بنے۔ بدلے میں اللہ نے انہیں مدینہ طیبہ کا امام بنا دیا۔ امام بخاری صاحبؒ نے کبھی درس قضا نہ کیا ایک مرتبہ کسی مجبوری کے تحت وہ سبق میں حاضر نہ ہو سکے۔ تو طلباً ان کے پیچھے چلے آئے انہوں نے کمرے کے دروازہ پر دستک دی۔ امام صاحبؒ نے کوئی جواب نہ دیا بالآخر طلباً نے دستک کے ساتھ اصرار کیا کہ ہم دروازہ توڑ دیں گے۔ بدقسمتی سے وہ ساتھی طلباً حضرت امامؒ کے بارے میں شک وشبہ میں مبتلا ہو گئے۔ حضرت امام مالکؒ نے آخر اندر سے آواز دی کہ خدارا مجھے شرمندہ نہ کریں۔ میں مجبوراً کمرے کا دروازہ بند کئے بیٹھا ہوں اور اس لئے سبق پڑھنے نہیں آ سکا کہ میرے استعمال میں ایک ہی جوڑا تھا جو انتہائی بوسیدہ اور میلا ہو چکا تھا۔ میں نے آج اس کو دھویا ہے اور اس کے سوکھنے کے انتظار میں بغیر لباس کے بیٹھا ہوا ہوں۔ تب طلباً سخت شرمندہ ہوئے یہ ان مشقتوں کی برکات تھیں کہ حضرت کو وقت نے امام بخاریؒ بنا دیا۔

عزیز طلباً! کبھی کوئی تکلیف آئے تو اسے خوش قسمتی سمجھئے تکلیف کا بالکل نہ آنا بدقسمتی اور امتحان میں پڑ جانا ہے۔ شدائد و تکالیف کی ناگوار حالات میں برداشت کا مادہ پیدا کرنا ہوگا۔

اساتذہ کا ہر حالت میں ادب ملحوظ خاطر رکھنا ہوگا۔ آج غلط سیاست بازیوں کی وجہ سے طلبہ نے نئے دور میں اساتذہ کا ادب بھی اکثر مقامات پر چھوڑ رکھا ہے۔ سیاسی رائے میں اختلاف ہونا یہ کوئی نئی بات نہیں لیکن آدمی اساتذہ کرام کا ادب کبھی نہ چھوڑے۔ استاد ہر حالت میں استاد ہے۔ ظاہر بات ہے کہ اس دارالعلوم کی ملکی اور عالمی سیاست میں اپنی ایک رائے اور موقف ہے اگر کسی طالب علم کو اس کے ساتھ اختلاف رائے ہو تو وہ اپنی تعلیم کے ساتھ کام رکھے۔ اگر بصورت دیگر وہ دل میں یا زبان سے دارالعلوم کے لئے تھوڑے سے نقصان یا اکابر کی بے ادبی اور گستاخی کا سوچے گا تو علم کی نعمت و اجر سے محروم ہو جائے گا جو کہ اس کے لئے بہت بڑی بدقسمتی ہوگی معلم کو ذرا بھی نقصان کا احتمال نہ ہوگا۔ حضرت علیؓ کا قول ہے کہ من علمنی حرفاً فهو مولائی۔ کہ اگر ایک حرف بھی کسی سے سیکھا تو وہ مالک ہے چاہے وہ شاگرد کو فروخت کر دے یا آزاد۔ ہمارا یہ سارا نظام اللہ نے ادب کے ساتھ وابستہ رکھا ہے۔ اس تعلیم و تربیت کی روح ہی ادب ہے۔ اگر مدرسے کے راستے کا ادب کیا' کتاب کا' استاد کا' ایک صفحہ کا' تو بس علامہ بن جاؤ گے۔ ایک جٹ و جاہل دیہاتی اعرابی نے ایک مرتبہ ایک گندی نالی سے ایک کاغذ کا پرزہ نکالا کہ اس پہ ضرور علم کا کچھ لکھا ہوگا۔ اس نے دیکھا کہ اس کاغذ کے ٹکڑے پر اللہ کا اسم گرامی لکھا ہے وہ بہت زیادہ رویا کاغذ کو دھو کر خشک کر کے خوشبو لگا کے اپنے پاس رکھ لیا اور دکھ سے کہنے لگا کہ یا اللہ بڑا ظلم ہوا جو تیرے نام کی تعظیم نہ ہو سکی۔

وہ رات کو سو گیا۔ صبح اٹھا تو وہ فصیح عربی بول رہا تھا' ادب کی برکت سے اللہ نے اسے علامہ بنا دیا تھا۔ اس نے خود یہ کہا کہ امسیت کردیا و اصبحت عربیا کہ شام کو میں کردی گنوار تھا صبح اٹھا تو عربی بولنے والا بن چکا تھا۔ دیکھیں یہ علم ادب سے آتا ہے۔ بہت سے لوگ بے ادبی کے بارے میں غور نہیں کرتے۔ درس کے شروع میں جو سلسلے ہم نے پڑھے میں نے قصداً اسے خود سے اور حضرت شیخ الحدیثؒ کے اسم گرامی سے شروع اس لئے کیا کہ آپ کا سلسلہ سندات اوپر اکابر سے بحال ہو جائے۔ یہ ایک لائن ہے جیسے پاور ہاؤس ہوتا ہے۔ جب بھی آپ وہاں سے بجلی کہیں پہونچانا چاہیں تو اس کے واسطے کھمبوں' بجلی کی تاروں' اور ٹرانسفارمز کی ضرورت پڑے گی۔ یہ سب مشائخ اوپر کے سلسلوں میں ہمارے کھمبے ہیں ان کے ساتھ اگر آپ وابستہ ہوں گے تو علم کی روشنی آپ تک پہنچے گی اور خود بھی دوسروں تک اسے منتقل کر سکیں گے۔ اس سلسلہ سند کا ادب اور احترام اگر قائم نہ رکھیں گے اور ایک کھمبا بھی بیچ میں سے گر گیا تو اندھیروں میں ڈوب جانا یقینی بن جائے گا۔ خدانخواستہ کنکشن کٹ گیا تو روشنی نہیں پہنچے گی۔

اسباق میں حاضری لازمی ہے غیر حاضری کی صورت میں نتائج پر برے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ یہ آپ ہرگز نہ سمجھئے کہ ہم آپ کو ان امور پر سزا دلواتے ہیں۔ آپ کے ہاں آنے کا اولین و آخرین مقصد حصول علم ہوتا ہے۔ اس نازک وقت میں خود آپ کے والدین اور بھائی محنتیں کرتے ہیں' خرچ اٹھاتے ہیں اور آپ کو علم کے حصول کے لئے وقف کر کے بھیج دیتے ہیں۔ یہ نہیں کہ آپ اپنے کو فارغ البال سمجھتے ہوئے کمروں میں دور دراز سے ان کی بھیجی ہوئی کثیر رقوم پر صرف دعوتیں اڑائیں اور خوش گپیوں میں وقت ضائع کریں۔ درس میں شامل نہ ہونا اس مرتبہ یقیناً قابل اخراج ہوگا۔ صفائی کا خاص خیال آپ نے رکھنا ہے۔ گندگی کو اپنے کمروں' درسگاہوں اور برآمدوں سے اٹھا کر ایک طرف رکھنا شائستگی ہے۔ علم دین کی درس گاہ مثالی ہونی چاہیے اگر آپ سوچیں تو ہمارے کورس کا اکثر حصہ کا تعلق پاکی' صفائی سے ہے۔ درجہ اولیٰ سے دورہ حدیث کے صحاح ستہ تک کتاب الطہارۃ کے مباحث میں آپ رات دن پڑھتے چلے آئے ہیں کہ الطھارت شطر الایمان۔ سات سالہ تعلیم میں ہر سال کا نصف حصہ طہارت کے مباحث سے متعلق ہوتا ہے۔ لوگ آپ کو باہر سے آ کر تجسس بھری نظروں سے دیکھیں گے کہ یہ طالب علم کیسی مخلوق ہیں۔ دنیا میں اس کے نام کا آج واویلا کیوں اٹھا ہے؟ یہ کیسے انقلاب لاتے ہیں؟ انکا طرز زندگی' رہن سہن کیسا ہے؟ اس کی کردار سازی کیسی ہوتی ہے؟ اگر آپ اجلے اور ہشاش بشاش نظر نہ آئے تو ان پر ایک غلط اثر مرتب ہوگا۔ جس علم پر ہم خود عمل پیرا نہ ہوں تو اس علم کا کیا فائدہ احادیث میں ہے کہ جہاں گندگی غلاظت میل کچیل ہوگا وہاں شیاطین اور جنات موجود ہوں گے اور ذہنوں میں غلط خیالات جنم لیں گے۔ صاف ستھرے اور باوضو رہنے سے چہروں پر نمایاں نور قائم رہتا ہے۔ انسان کی اپنی طبیعت میں بھی فرحت اور تازگی محسوس ہوتی ہے۔ ان مقامات پر ہر وقت ملائکہ مقرر ہوتے ہیں۔ دارالعلوم نے تو صفائی ستھرائی کی انتہائی سہولتیں آپکو فراہم کروادی ہیں۔ اسلام نے صفائی پر بہت زیادہ زور دیا

ہے۔ان مقامات کی صفائی اور پاکیزگی اور حفاظت کی ذمہ داری آپ پر فرض ہوگی۔اسی طرح بجلی' ہیٹر' اور استریاں اور روشنیاں کم استعمال کریں۔اور اسی طرح گرمی میں بھی پنکھوں کے زیادہ استعمال سے ہر ماہ دارالعلوم کا ماہانہ لاکھ ڈیڑھ لاکھ بل آتا ہے۔گیس کے کنکشنوں اور مطبخ کے چولہوں کے استعمال سے بھی ہر ماہ گیس کا یہی تخمینہ ہے۔ان اشیاء کو آپ نے اپنا سمجھ کر کنٹرول سے استعمال کرنا ہوگا۔ورنہ اسراف اور حرام کی صورت ہوگی دارالعلوم کا نقصان یہ گناہ کبیرہ ہے کیونکہ یہ پوری قوم اور امت اور سب طلباً کا مشترکہ سرمایہ ہے۔امانت میں خیانت نہیں ہونی چاہیے۔اگر آپ دارالعلوم میں استری شدہ لباسوں کے چکر میں پڑ گئے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ آپ علم میں محو نہیں ہوئے۔امام بخاری و مالک کے لباسوں میں پیوند لگے رہتے تھے۔دھن لگی ہو تو اشعث و اغبر ہونا پڑتا ہے جو علم میں ڈوب جاتا ہے تو اسے دنیا و مافیہا کی کیا پرواہ۔آپ نے دارالعلوم کی حراست اور حفاظت اہل فتن سے بچنے کے لئے طلبہ کے دستوں کی صورت میں پہرہ داری کا نظام قائم کر کے اپنی مدد آپ خود بھی کرنی ہوگی۔رات کو ایک خاص وقت سے جامعہ کے تمام ابواب' حفاظتی اور ڈسپلن کے نقطہ نظر سے بند رکھیں جائیں گے۔آج سے تجدید نیت کیجئے کہ میں نے صرف علماً 'طلباً اور صالحین کی شکل وصورت ہی نہیں بنانی بلکہ سب سے لازمی اور پہلی بات اپنے اندر اخلاص اور رضائے الٰہی کو مقصود رکھنا ہے یہ اول اور آخر دونوں ہونے چاہئیں۔اور اللہ سے یہ بھی کہئے کہ یا اللہ! میں نے یہ زندگی رضائے الٰہی کے لئے وقف کی ہے نہ کہ اس لئے کہ میرے والد اور دادا عالم تھے نہ اس لئے کہ میرے آباؤ اجداد قاضی القضاۃ اور صاحب منصب ہوا کرتے تھے۔لوگ مجھے علامہ اور شیخ الاسلام کہہ کر تعظیم کریں۔میرا مقصود حرام اور حلال میں فرق کرنا ہے۔ دوسری چیز اخلاص اور تیسری چیز ادب۔

عزیز طلباً! مطالعہ اور تکرار تعلیم کا اہم جز ہے۔آپ سب نے جامعہ مسجد اور ایوان شریعت کے ہال میں اجتماعی اساتذہ کی نگرانی میں اسے جاری رکھنا ہوگا۔ ہمارا آپ سے ہر وقت رابطہ رہے گا۔ ہمارے حضرت شیخ الحدیثؒ فرمایا کرتے تھے کہ ضابطہ سے زیادہ رابطہ کی ضرورت ہے۔الحمدللہ ہمارا نظام یہاں زیادہ تر ضابطہ کی بجائے رابطہ پر چل رہا ہے۔ ہماری آپ کے ساتھ استاد اور شاگرد کے علاوہ قلبی اور روحانی اعتماد کا رشتہ بھی ہے۔جس کی مثال یہ ہے کہ ہمارے ادارے میں زیادہ سخت گیری نہیں ہے جو کام پیار و محبت اخوت اور اتفاق و اتحاد سے ہو سکتا ہے وہ کسی دوسری چیز سے نہیں۔ہم آپ کو مسلسل اچھا برا سمجھانے کی حتی المقدور کوشش کرتے رہیں گے۔تاکہ آپ کا مستقبل بہتر سے بہتر بنیادوں پر تعمیر ہو سکے۔اللہ تعالیٰ آپ سب کو عالم باعمل بنائے۔(آمین) و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

مقالہ خصوصی
(قسط نمبر ۱)

مولانا محمد شہاب الدین ندوی *

سائنسی علوم اور قرآن کا نظریہ علم

وحی اور علم میں مطابقت کا ایک حیرت انگیز نظارہ

ایک زمانہ تھا کہ وحی الٰہی کے اثبات کے لئے انبیائے کرام کو حسی معجزات سے نوازا جاتا تھا' تا کہ لوگ ان معجزات کو دیکھ کر وحی الٰہی پر ایمان لا سکیں۔ لیکن موجودہ تجرباتی علوم کے دور میں اس قسم کے معجزات کی اہمیت وافادیت ختم ہوگئی ہے۔ اس لئے عصر جدید میں وحی الٰہی کے اثبات کے لئے قرآن حکیم کے روپ میں ایک ایسا زندہ اور لازوال علمی معجزہ عطا کیا گیا جس کا معجزہ ہونا حیرت انگیز طور پر خود عصر جدید کی تحقیقات و تجربات کے ذریعہ اس طرح ثابت ہو جائے کہ نوع انسانی کو انکار کی مجال نہ رہ جائے۔ چنانچہ خدائی منصوبے کے مطابق کلام الٰہی کو کائنات کے ایسے اسرار سربستہ کا امین بنایا گیا جن کی صداقت وسچائی آگے چل کر خود انسانی تحقیقات وتجربات اور اس کے مشاہدات و اکتشافات کے ذریعہ ظاہر ہو جائے اور اس کے کلام الٰہی ہونے میں کسی قسم کا شک وشبہ باقی نہ رہ جائے۔ یہ گویا کہ وحی والہام کے برحق ہونے پر ایک سائنٹفک ثبوت ہے تا کہ اس مظاہر کے ذریعہ وحی اور علم یا ایمان اور عقل میں مطابقت ظاہر ہو جائے اور طبیعیات کا تعلق مابعد الطبیعیات سے کھل کر سامنے آ جائے۔ پھر اس کے نتیجے میں تشکیک (اسکیپٹیسزم) ارتیابیت (اگناسٹیزم) اور منطقی اثباتیت (لاجیکل پازیٹیوازم) وغیرہ تمام گمراہ کن فلسفوں کا ردوابطال بھی ہو جائے۔

کیا علم حواس کے ذریعہ حاصل ہوسکتا ہے؟

غرض اس مظاہرہ الٰہی کے نتیجے میں جہاں ایک طرف ان تمام قدیم فلاسفہ کا بھی رد ہو جائے جو تجرباتی علم یا استقرائی منطق کو قابل استدلال نہیں مانتے تھے تو دوسری طرف جدید فلاسفہ کا بھی رد ہو جائے جو وحی والہام کو بے بنیاد بتاتے ہوئے صرف تجرباتی علم یا سائنسی بحث وتحقیق کے طور پر ثابت شدہ حقائق ہی کو حجت مانتے ہیں۔

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ اکثر قدیم فلاسفہ حواس کے ذریعہ حاصل ہونے والے علم کی نفی کرتے ہیں۔ چنانچہ فلسفہ ءتصوریت کی بنیاد ہی یہی ہے کہ ہمیں حواس کے ذریعہ جو علم حاصل ہوتا ہے وہ محض دھوکہ اور فریب ہے۔ افلاطون کا بھی یہ نظریہ تھا کہ محسوسات کی دنیا ایک دھوکہ اور نمائش ہے۔ مگر ارسطو کے نظریئے کے مطابق محسوسات کا وجود حقیقی ہے اور اس مسئلے میں قرآن حکیم بھی اس کا مدعی ہے۔ ورنہ پھر کسی پر بھی حجت ثابت نہیں ہوسکتی۔ جب کہ حقیقت یہ

* ناظم فرقانیہ اکیڈمی ٹرسٹ بنگلور۔ ۲۹

ہے کہ قرآن حکیم عالم ظواہر کو بطور حجت پیش کرتا ہے اور اس سلسلے میں بیسیوں آیات موجود ہیں' جو اشیائے عالم میں غور وخوض کرنے پر دلالت کرتی ہیں۔ مگر اس موقع پر صرف ایک آیت پیش کی جاتی ہے' جس کے مطابق اصولی طور پر یہ ثابت ہوتا ہے کہ قرآن کی نظر میں علم کا ایک ماخذ حواس (خصوصاً سمع وبصر) بھی ہے تو اس کا دوسرا ماخذ عقل (فواد) ہے:

ان السمع والبصر والفواد کل اولئك كان عنه مسئولا (اسراء ۳۶)

''سمع وبصر اور فواد (دل یا عقل) ہر ایک سے یقیناً باز پرس ہوگی۔''

انہیں دو ذرائع سے استدلالی علم حاصل ہوسکتا ہے جسکے ذریعہ دوسروں پر حجت قائم کی جاسکتی ہے۔ غرض عالم محسوسات دھوکہ نہیں بلکہ علم الاشیاء کی بنیاد واساس ہے اور یہی وہ علم ہے جو حضرت آدم علیہ السلام کو خلافت ارض اور تسخیر اشیاء کی غرض سے عنایت کیا گیا تھا۔ اس آیت کریمہ پر تفصیلی بحث آگے آرہی ہے۔

تجربیت میں ارسطو اور جدید سائنس کا فرق؟

ارسطو اگرچہ تجربیت کا داعی تھا' یعنی وہ یہ نظریہ رکھتا تھا کہ اشیاء کا علم محسوسات کے ذریعہ حاصل ہوتا ہے مگر وہ خود اس پر عمل نہ کرسکا اور نہ یونانی فلسفے میں اس کی کوئی ترغیب ہی پائی جاتی ہے۔ چنانچہ اس سلسلے میں ایک مغربی مصنف ایڈون اے برٹ اپنی فاضلانہ کتاب ''فلسفہ مذہب'' میں تحریر کرتا ہے کہ ارسطو کی تجربیت اور جدید سائنسی تجربیت میں پانچ حیثیتوں سے فرق ہے۔ چنانچہ اس موقع پر موصوف کی تحریر کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے۔

پہلا فرق: انسان کے وقوفی اعمال کے مجموعی سیاق میں مدرکات سے صداقت حاصل کرنے کے تجربی علم کے مقام کے تعین میں ارسطو اور جدید تجربیت پسندی میں بہت فرق ہے۔ ارسطو کے نزدیک یہ عمل عقلی تصدیق کی ایک ضروری مگر ابتدائی منزل تھا یعنی اس طرح سے حاصل شدہ علم کی مدد سے منطقی استخراج کے ذریعہ جو حقائق مستنبط ہوتے ہوں ان کو ثابت کیا جاسکے۔ ارسطو کے نزدیک صحیح سائنس کا مقام یہ تھا کہ معلومہ اصولوں سے دیگر قضایا کا باقاعدہ استخراج کیا جائے۔ اشیاء کے ادراک سے ان کی صورت کی وجدانی تفہیم تک پہنچنا سائنس کی ایک ضروری اور ابتدائی منزل ضرور تھی لیکن وہ سائنس کا حصہ نہیں کہلاسکتی۔

دوسرا فرق: اس علمی ماحول کے زیر اثر ارسطو اور اس کے متبعین نے کبھی اس ضرورت کو محسوس نہ کیا کہ وہ تجربی انکشافات کے علم کی رہنمائی کے لئے کوئی مفصل تحفظات ضبط تحریر میں لائیں۔ ان کا خیال تھا کہ ادراک' حافظہ اور عقلی تفہیم کے اعمال خود بخود اس قسم کی رہنمائی کا کام سرانجام دے سکتے ہیں اور اس کیلئے کسی قانون یا ضابطہ بندی کی ضرورت نہیں۔ قدرتی واقعات کے مشاہدات کے علاوہ انہوں نے تجربات کی اہمیت کا کبھی احساس نہیں کیا ان کے ذہن میں یہ خیال بھی کبھی نہ آیا کہ معلومہ اصولوں سے مستنبط شدہ نتائج کی صداقت کو مشاہدات کی کسوٹی پر پرکھنا ضروری ہے۔ چنانچہ معلوم ہوتا ہے کہ ان کی نگاہ میں تصدیق (Verification) سائنسی عمل کا جزو نہیں۔

تیسرا فرق: ارسطو کے متبعین نے (سوائے چند معمولی مستثنیات کے) کبھی یہ محسوس نہیں کیا کہ تجرباتی انکشاف کے نتائج

کے صدق (و کذب) کا انحصار معلومہ مفروضات کی وسعت، میسر سائنسی آلات اور تشریح و تاویل کے مروجہ تصورات پر ہوتا ہے اگر کوئی اصول واضح طور پر سمجھ میں آ جاتا تو اس کو مطلقاً صحیح تصور کر لیا جاتا۔ اس میں آئندہ درستی یا اصلاح کے امکان کو تسلیم کرنے کی ضرورت کبھی محسوس نہ کی جاتی۔ عقلی شعور کے عمل کی صداقت گویا مسلم تھی۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ ان لوگوں کے نزدیک مفکرین غلطی سے مبرا تھے لیکن اس کا یہ مطلب ضرور ہے کہ ان کی نگاہ میں عقل کی صلاحیت بہت زیادہ تھی اور اس کی کوتاہیوں اور کمزوریوں سے اتنے واقف نہیں تھے جتنے کے جدید سائنس داں۔ ان کے نزدیک ان غلطیوں کا وہی مقام تھا جو ہمارے ہاں ریاضیاتی غلطی کی حیثیت ہوتی ہے۔

چوتھا فرق: ارسطاطالیسی تجربیت چند مفروضات پر مبنی تھی۔ ان مفروضات کو تبدیل کئے بغیر اس تجربیت کے مذکورہ بالا نقائص قائم رہنے ضروری تھے۔ اس نفسیاتی نظریئے نے مذکورہ بالا مفروضات کو تسلیم کرنے میں مدد دی کہ علم میں اصلاح و ترمیم کی گنجائش نہیں اور تجرباتی انکشافات کی صحیح رہنمائی کے لئے کسی قسم کے تحفظات یا ہدایاتی قوانین کی ضرورت نہیں۔

پانچواں فرق: اصلاح و ترمیم کی گنجائش سے انکار کرنے کا ایک اور نتیجہ برآمد ہوا۔ جدید تجربیت اس واقعے کو تسلیم کرتی ہے کہ قوانین فطرت جو ثابت کئے جا چکے ہیں یا آئندہ جو دریافت ہوں گے، ایسے ہیں کہ ان کی بنا پر مستقبل کے واقعات کی پیش گوئی کی جا سکتی ہے اور ان کی مدد سے آئندہ پیش آنے والے واقعات پر کنٹرول کیا جا سکتا ہے۔ لیکن ارسطاطالیسی تجربیت اس قسم کی پیش گوئی اور واقعات کی ضابطہ بندی اور کنٹرول کے تصورات سے بالکل ناآشنا تھی۔ درحقیقت یونانی ذہن تسخیر کائنات کے تصور سے بالکل ناآشنا تھا اور اسلئے ان کے ہاں عقلیت کے نصب العین میں یہ چیز شامل نہ تھی۔ زمانہ وسطی میں اس طرح کے دینوی مشاغل پسندیدگی کی نگاہ سے نہیں دیکھے جاتے تھے۔ ان کے نزدیک یہ مشاغل اخروی سعادت کے حصول میں سدراہ بنتے ہیں۔ (۱)

مادی فلسفوں کا ابطال

لہذا اسلام نے قرآن حکیم کے ذریعہ تاریخ عالم میں پہلی بار تجربیت کی صدا بلند کی، یعنی تجرباتی سائنس کو فروغ دینے پر زور دیا، جسے یونانیوں نے پوری طرح نظرانداز کر دیا تھا۔ تاکہ اس کے ذریعہ نہ صرف قدیم فلاسفہ بلکہ جدید فلاسفہ کا بھی رد و ابطال ہو جائے۔ قرآن حکیم کے ذریعہ وہ حقائق منظر عام پر آ جائیں جن کی پیش خبر کلام الٰہی میں بے شمار آفاقی صداقتوں کے روپ میں پہلے ہی سے درج کر دی گئی ہے تاکہ ان کے ذریعہ "قرآنی نظریہ علم" کا اثبات ہو اور اس کے مقابلے میں دیگر تمام غلط اور بے بنیاد نظریہ ہائے علم کا رد ہو۔ اور پھر اس کے نتیجے میں ہر قسم کی بے مہار "عقلیت" کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ ہو جائے۔ چنانچہ عصر جدید میں جن مادی فلسفوں نے نوع انسانی کو مختلف قسم کے فتنوں میں مبتلا کر رکھا ہے ان میں سے بعض یہ ہیں:

مادیت (مٹیریلزم)، عقل پرستی (انٹلکچولزم) عقلیت (ریشنلزم) مذہب سائنس (سائنٹزم)، ایجابیت (پازیٹیوازم)، اور منطقی اثباتیت (لاجیکل پازیٹیوازم) وغیرہ

قرآن تجرباتی سائنس کا داعی

غرض تجربیت یا تجرباتی سائنس کی بنیاد اسلام ہی کی ڈالی ہوئی ہے۔ تاکہ اس کے ذریعہ طبیعات اور مابعد الطبیعات میں ربط و تعلق ثابت ہو سکے۔ اور اس مظاہرہ کے ذریعہ وہ جدید ترین انتہاء پسندانہ فلسفوں کا بھی بھرپور رد و ابطال کر کے روحانی اقدار کا احیاء کرنا چاہتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن حکیم کے ذریعہ تجرباتی سائنس کے فروغ پر زور دیا گیا، جیسا کہ اس سلسلے میں بے شمار قرآنی آیات موجود ہیں۔ بطور مثال اس موقع پر چند آیات پیش کی جاتی ہیں۔

قل انظروا ماذا فی السموت والارض (یونس:۱۰۱)

''کہدو کہ ذرا غور سے دیکھو تو سہی زمین اور آسمانوں میں کیا کیا چیزیں موجود ہیں؟''

ان فی خلق السموت والارض واختلاف الیل والنہار لایات لاولی الالباب (ال عمران:۱۹۰)

''زمین اور آسمانوں کی خلقت و ھئیت اور دن رات کے ہیر پھیر میں دانش مندوں کیلئے یقیناً بہت سی نشانیاں موجود ہیں۔''

ان فی السموت والارض لایات للمومنین - وفی خلقکم وما یبث من دابۃ ایات لقوم یوقنون۔ (جاثیہ:۳-۴)

''زمین اور آسمانوں میں ایمان والوں کیلئے یقیناً بہت سی نشانیاں (دلائل ربوبیت) موجود ہیں۔''

وفی الارض ایات للموقنین وفی انفسکم افلاتبصرون۔ (حم سجدہ:۲۰-۲۱)

''یقین کرنیوالوں کے لئے زمین میں بہت سی نشانیاں موجود ہیں اور خود تمہاری ہستیوں میں بھی، کیا تم کو نظر نہیں آتا؟''

اولم یرواکیف یبدی اللہ الخلق ثم یعیدہ ان ذلک علی اللہ یسیر (عنکبوت:۲۰)

''کیا انہوں نے مشاہدہ نہیں کیا کہ اللہ کس طرح (ہر) مخلوق کی ابتدا کرتا ہے اور پھر اس کا اعادہ کرتا ہے؟ یقیناً یہ فعل اللہ کے لئے بہت آسان ہے۔''

قل سیروا فی الارض فانظروا کیف بدا الخلق ثم اللہ ینشی النشاۃ الاخرۃ ان اللہ علی کل شی قدیر (عنکبوت:۲۱)

''کہدو کہ زمین میں چل پھر کر جائزہ لو کہ اس نے مخلوق کو (پہلی دفعہ) کس طرح پیدا کیا؟ پھر اللہ اسی طرح آخرت میں دوبارہ پیدا کرے گا۔ یقیناً اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔''

قل سیروا فی الارض ثم انظروا کیف کان عاقبۃ المکذبین (انعام:۱۰)

''کہدو کہ زمین میں چل پھر کر دیکھو کہ (اللہ کی) تکذیب کرنے والوں کا انجام کیا ہوا؟''

افلم ینظروا الی السمآ فوقھم کیف بنینھا وزیناھا و مالھا من فروج۔ والارض مددناھا

والقینا فیھا رو اسی وانبتنا فیھا من کل زوج بھیج ۔ تبصرۃ وذکری لکل عبد منیب۔ (ق:۶۔۸)

''کیا انہوں نے اپنے اوپر آسمان کی طرف نہیں دیکھا کہ ہم نے اسے کس طرح بنایا اور اسے زینت بخشی اور اس میں کوئی رخنہ (کسی طرح کا خلل) موجود نہیں ہے اسی طرح ہم نے زمین کو (اس کی پوری گولائی میں) پھیلایا اور اس میں مضبوط پہاڑ ڈال دیئے اور اس میں ہر قسم کے زوج (نر و مادہ پھول) اگا دیئے۔ یہ سب کچھ اللہ کی طرف) رجوع کرنے والے ہر بندے کے لئے بطور بصیرت اور یاددہانی ہے۔''

إنما یخشی اللہ من عبادۃ العلمأ (فاطر،۲۸)

''اللہ سے اس کے بندوں میں صرف اہل علم ہی ڈر سکتے ہیں۔''

فاعتبرو ایا اولی الابصار (حشر:۲)

''اے آنکھوں والو عبرت حاصل کرو۔''

قرآن مجید میں اس قسم کی بے شمار آیات موجود ہیں جو انسان کو علم، عقل اور تفکر و تدبر کے ذریعہ اشیائے عالم کے مشاہدے اور باریک بینی کے ساتھ ان کا جائزہ لینے پر ابھارتی ہیں۔ جبکہ دوسری طرف کلام الٰہی میں علم و عقل اور غور و فکر سے کام نہ لینے والوں اور خدا کی نشانیوں کا انکار کرنے والوں کی مذمت کرتے ہوئے انہیں گونگے بہرے اور بدترین چوپاؤں سے تشبیہ دی گئی ہے۔

ان شر الدواب عنداللہ الصم البکم الذین لا یعقلون (الانفال:۲۲)

''اللہ کے نزدیک بدترین چوپائے وہ بہرے اور گونگے لوگ ہیں جو کچھ بھی نہیں سمجھتے۔''

والذین کذبوا بایاتنا صم وبکم فی الظلمات (انعام:۳۹)

''اور جن لوگوں نے ہماری نشانیوں (دلائل ربوبیت) کو جھٹلایا وہ بہرے اور گونگے ہیں جو تاریکیوں میں ہیں۔''

غرض قرآن حکیم آفاق والنفس کی چھان بین کے ذریعہ اس کائنات کی تمام اشیاء کا مطالعہ کرنے اور ان کے سینوں میں ودیعت شدہ عبرتوں اور بصیرتوں سے سبق حاصل کرنے کی دعوت عام دیتا ہے اور جو لوگ ان اسباق و بصائر سے روگردانی کرتے ہوئے اپنے رویہ کو کسی بھی طرح بدلنے پر تیار نہ ہوں انہیں بہائم اور چوپائے قرار دیتا ہے جو کچھ بھی سننے اور سمجھنے پر تیار نہ ہوں اس سے بڑھ کر اسلام کی معقولیت اور کیا ہو سکتی ہے جو اس کائنات کو ایک کھلی کتاب قرار دے کر کھلے دل و دماغ کے ساتھ اس کا مطالعہ کرنے کی دعوت دیتا ہے؟ لہذا اسلام پر بے عقلی یا جمود پسندی کا الزام کسی بھی طرح عائد نہیں ہو سکتا۔ ظاہر ہے کہ یہ دعوت فکر وہی دے سکتا ہے جو مظاہر کائنات اور ان کی اندرونی مشنری سے پوری طرح واقف ہو اور جسے اپنے کلام کے غلط ہو جانے کا کسی بھی طرح خدشہ نہ ہو۔

جدید فلسفے پر ایک نظر

بہر حال قرآنی نظریہ علم اور اس کے تصورات علم پر بحث کرنے سے پہلے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ یہ بتا دیا

جائے کہ خود نظریہ علم اور اس سے مقصود کیا ہے؟ اور فلسفے سے اس کا کیا تعلق ہے؟

فلسفے کی کوئی جامع و مانع تعریف موجود نہیں ہے بلکہ ہر فلسفی نے اپنے اپنے اغراض و مقاصد کے لحاظ سے اس کی مختلف تعریف کی ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ مظاہر وظواہر سے بھرپور یہ کائنات ایک بھول بھلیوں کی طرح ہے لہٰذا ایک فلسفی کی یہ کوشش ہوتی ہے کہ وہ مادی اشیاء کی حقیقت و ماہیت اور ان کے پس پردہ کارفرما کسی ہستی کے وجود کا پتہ چلائے جسے علت تکوین یا علت العلل کہا جاسکے۔ اس اعتبار سے افلاطون اور ارسطو سے لے کر بیکن' ڈیکارڈ' کانٹ اور ہنری برگسان وغیرہ تمام قدیم و جدید فلاسفہ کی تگ و تاز کا محور یہ رہا ہے۔

اس موقع پر فلسفے پر کوئی مبسوط بحث کرنا مقصود نہیں' بلکہ یہ بتانا ہے کہ قدیم و جدید فلسفے کے مباحث میں کافی فرق ہے۔ جدید فلسفے کی حسب ذیل تین اہم شاخیں قرار دی گئی ہیں جو یہ ہیں:

۱۔ وجودیات یا وجود کی بحث (اونٹولوجی (۲)) اس کو مابعد الطبیعات (میٹافزکس (۳)) بھی کہا جاتا ہے

۲۔ نظریہء علم (ایپسٹمولوجی (۴))

۳۔ اقدار (ویلیوز (۵)) کی بحث۔

وجودیات یا مابعد الطبیعیات میں: حقیقت مطلقہ یا وجود حقیقی سے بحث کی جاتی ہے یعنی اس کائنات کی آخری صداقت کیا ہے؟ آیا ایسا کوئی وجود ہے جو ظواہر اشیاء کی ضد ہے؟ نظریہ علم سے مراد یہ ہے کہ علم کی اصل ماہیت کیا ہے؟ اور کیا حقیقت کا علم ممکن ہوسکتا ہے؟ نیز یہ ہے کہ علم کے حدود و ضوابط کیا ہیں اور اس کے ذرائع کیا ہیں؟ موجودہ دور میں اس بحث نے کافی اہمیت اختیار کرلی ہے۔ اور فلسفہء اقدار میں اخلاق' منطق اور جمالیات سے بحث کی جاتی ہے۔ اخلاقیات میں خیر و شر اور خوب و ناخوب وغیرہ زیر بحث آتے ہیں۔ جن کا تعلق انسانی کردار و کریکٹر سے ہے۔

نظریہ علم پر ایک نظر:

اس موقع پر ضروری معلوم ہوتا ہے کہ عصر جدید میں نظریہ علم نے جو کروٹ بدلی ہے اس پر قدرے تفصیل کے ساتھ روشنی ڈالی جائے جس نے مادیت کا جامہ زیب تن کر کے تمام دینی و روحانی اقدار کا انکار کردیا ہے۔ نتیجہ یہ کہ اس کی نظر میں وحی والہام اور تمام روحانی صداقتیں دقیانوسیت کی نشانی بن کر رہ گئی ہیں۔

جیسا کہ اوپر بتایا جاچکا ہے کہ نظریہ علم ایک فلسفیانہ اصطلاح ہے جس کو تھیوری آف نالج بھی کہا جاتا ہے۔ اور یہ بطور اصطلاح انیسویں صدی عیسوی میں مشہور ہوئی (۶) نظریہ علم کی مختصر تعریف اس طرح ہے: فطرت کا مطالعہ اور انسانی علم کا جواز۔ The Study of nature and validity of human knowledge. (۷)

اس نظریہ کے مطابق ایک اہم سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ فطرت کا علم کس طرح حاصل کرسکتے ہیں؟ اور اس کے حدود و ضوابط کیا ہیں؟ قدیم یونانی فلاسفہ نے علم' صداقت اور عقیدے کے باہمی تعلقات کی جانچ پڑتال کی تھی۔ نیز انہوں نے یہ سوال بھی اٹھایا تھا کہ کیا علم جاننے والے کے لئے آزادانہ طور پر پایا جاتا ہے؟ تاہم لاک اور کانٹ نے

موتہا ٗ ان فی ذلك لایت لقوم یعقلون (روم:۲۴)

''اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ وہ تمہیں بجلی خوف اور امید کے طور پر دکھاتا ہے اور اوپر سے بارش برسا کر زمین کو اس کا مردہ ہو جانے کے بعد (دوبارہ) زندہ کر دیتا ہے اس مظہر (خداوندی) میں یقیناً عقل والوں کے لئے (وجود باری کی) نشانیاں موجود ہیں۔''

اولم یروا ان الله یبسط الرزق لمن یشأ ویقدر ٗ ان فی ذلك لا یات لقوم یومنون (روم:۳۷)

''کیا انہوں نے مشاہدہ نہیں کیا کہ اللہ جس کے لئے چاہتا ہے رزق کشادہ اور (جس کے لئے چاہے) تنگ کر دیتا ہے۔ یقیناً اس باب میں ایمان لانے والوں کے لئے نشانات باری موجود ہیں۔''

ومن ایاته الیل والنهار والشمس والقمر (حم سجدہ:۳۷)

''رات اور دن اور آفتاب و ماہتاب (حیرت انگیز نظاموں کی بدولت اس کے نشانیوں میں سے ہیں۔''

ومن ایاته خلق السموت والارض ومابث فیهما من دابة وهو علیٰ جمعهم اذا یشاء قدیر (شوریٰ:۲۹)

''اس کے وجود کی نشانیوں میں سے ہے اجرام سماوی اور زمین کو پیدا کرنا اور ان دونوں میں جانداروں کو پھیلا دینا ٗ وہ (ان دونوں سلسلے کی) عاقل مخلوق کو جب چاہے (کسی ایک مقام پر) جمع کرنے پر قادر ہے۔''

ان آیات میں خطاب اہل علم ٗ اہل دانش اور ایمان لانے کی خواہش رکھنے والوں سے ہے۔ اس طرح قرآن حکیم لوگوں کے جذبات سے نہیں بلکہ ان کی عقل و بصیرت سے اپیل کرتا ہے اور ان کے دل و دماغ کو جھنجوڑتے ہوئے کہتا ہے کہ وہ پوری سنجیدگی اور معقولیت کے ساتھ ان مظاہر ربوبیت اور انکے نظاموں میں تحقیق و تفتیش کریں۔ کیونکہ نقاش فطرت نے زمین و آسمان اور ان میں موجود اشیاء کا نظاموں کو بیکار و بے مقصد پیدا نہیں کیا ہے بلکہ انہیں پوری حکمت اور منصوبہ بندی کے ساتھ وجود میں لایا ہے جیسا کہ ارشاد باری ہے:

وما خلقنا السمأ والارض وما بینهما باطلا ذلك ظن الذین کفروا ۔ (دخان:۲۷)

''ہم نے زمین و آسمان اور ان کے درمیان موجود چیزوں کو بے کار (بے مقصد) پیدا نہیں کیا۔ یہ تو منکرین خدا کی بدگمانی ہے۔''

وما خلقنا السموت والارض وما بینهما لاعبین . ما خلقنا هما الا بالحق ولکن اکثرهم لا یعلمون ۔ (دخان:۳۸:۳۹)

''ہم نے زمین ٗ اجرام سماوی اور ان کے درمیان موجود چیزوں کو کھیل کود میں پیدا نہیں کیا ہے۔ بلکہ ہم نے ان سب کو حقانیت (منصوبہ بندی) کے ساتھ وجود میں لایا ہے لیکن ان میں سے بہت سے لوگ اس حقیقت سے بے خبر ہیں۔''

پہلی بار نظریہ علم کو تمام فلسفیانہ اور سائنسی تحقیق کے لئے بنیادی قرار دے دیا۔ (۸)

اس نظریہ کے فروغ کا نتیجہ یہ ہوا کہ آگے چل کر عقلیت (ریشنلزم) اور تجربیت (ایمپیریسیزم) نے خوب زور پکڑ لیا۔ چنانچہ ہیوم کے نزدیک ناقابل ادراک شے کی قبولیت کے لئے شہادت ضروری ہے۔ لہذا وہ ہر عقیدے پر یقین کے لئے شہادت کا مطالبہ کرتا ہے۔ (۹) اسی طرح ہربرٹ اسپنسر مابعد الطبعی حقائق کا قائل تو تھا مگر وہ روایتی نظریات کی شہادت کو ناکافی تصور کرتا تھا۔ (۱۰) اور کانٹ کے استدلال کا خلاصہ یہ ہے کہ مابعد الطبعی امور انسانی گرفت میں نہیں آسکتے (۱۱) اس اعتبار سے مذہب اور سائنس کے درمیان اصل تنازعہ ادراک بالحواس کا ہے۔

الغرض اس بحث سے واضح ہو گیا کہ فلسفے کا اصل مقصود حقیقت مطلقہ کا علم حاصل کرنا ہے۔ مگر چونکہ فلسفہ روایتی اقدار اقدار و عقائد کو شک و شبہ کی نظر سے دیکھتے ہوئے ان کے حجت ہونے پر سوالیہ نشان لگاتا ہے اور تجربیت پر زور دیتے ہوئے صرف حواس کے ذریعہ حاصل ہونے والے علم ہی کو قابل استدلال مانتا ہے اس لئے جدید فلسفے میں ''نظریہ علم'' نے ایک خاص مقام حاصل کر لیا ہے۔

عصر جدید میں فرانس بیکن نے (۱۶۰۰ کے لگ بھگ) یورپ میں پہلی بار ارسطو کے قیاسی فلسفے سے اختلاف کرتے ہوئے استقرائی فلسفے پر زور دیا تھا جس کی بنیاد مشاہدے اور تجربے پر ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آگے چل کر جدید فلاسفہ نے تجربیت کو پوری طرح اپناتے ہوئے روایتی علوم یا دینیات کا انکار کر دیا۔ کیونکہ ان کے نزدیک یہ علوم تجربات کے دائرے میں نہیں آتے۔ افلاطون، ارسطو، بیکن اور ڈیکارٹ کے نزدیک مابعد الطبعیات فلسفے کا ایک جزء رہا ہے۔ جب کہ بعض جدید ترین فلسفے جیسے مذہب سائنس (سائنٹزم) اور منطقی اثباتیت (لوجیکل پازیٹیو ازم) وغیرہ کے نزدیک طبیعیات یا دنیائے مادی کے ماوراء کوئی فوق الطبعی (سوپر نیچرل) ہستی موجود نہیں ہے۔ بلکہ اس قسم کے فلسفوں کا دعویٰ ہے کہ جو چیز حواس یا محسوسات کے دائرے سے باہر ہو اس کا کوئی وجود نہیں ہو سکتا۔ اس طرح انہوں نے مابعد الطبعیات کے خلاف ایک جنگ چھیڑ رکھی ہے اور مادی فلسفے وحی و الہام کو علم کا ذریعہ نہیں مانتے بلکہ صرف محسوسات کے ذریعہ حاصل ہونے والے علم ہی کو مستند قرار دیتے ہوئے روایتی عقائد و اقدار کو تجربی علوم کی روشنی میں جانچنے کا مطالبہ کرتے ہیں۔

عصر جدید میں سائنس اور فلسفہ دونوں کا مقصد اشیاء کی تہہ تک پہنچ کر صداقت یا حقیقت مطلقہ کی تلاش کرنا ہے مگر ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ سائنس اشیاء کا باریک بینی کے ساتھ مطالعہ کر کے قریبی علتیں دریافت کرتی ہے جب کہ فلسفہ سائنسی تحقیقات و اکتشافات کو بنیاد بنا کر بعید ترین علتوں کی تلاش کرتا ہے اس اعتبار سے فلسفے کا ارتقاء سائنسی ارتقاء کے تابع ہوتا ہے چنانچہ جب کبھی سائنس کوئی نئی حقیقت دریافت کرتی ہے تو فلسفے کو بھی اپنے نظریات میں ترمیم کرنی پڑتی ہے۔ اس لحاظ سے سائنس اور فلسفے میں صحیح تال میل قائم رہنا بہت ضروری ہے ورنہ کوئی بھی فلسفہ از کار رفتہ بن کر رہ جائے گا۔

دورِ قدیم میں سائنس اور فلسفے کے مباحث باہم ملے ہوئے تھے یعنی اس وقت فلسفہ میں سائنس بھی داخل تھی اگرچہ وہ ابتدائی حالت میں تھی۔ مگر دورِ جدید میں یہ دونوں الگ الگ علوم قرار پا گئے۔ جو مباحث تجربات کے دائرے میں آتے ہوں ان کو سائنس قرار دیا گیا۔ اور جو مباحث تجربات کے دائرے میں نہ آتے ہوں انہیں فلسفہ کہا گیا۔

قرآن عظیم کا نیا معجزہ:

اس پس منظر میں قرآنی نظریہ علم اور اس کے تصورات علم کو سمجھنا آسان ہو جاتا ہے کہ اشیاء کے خارجی وجود کے بارے میں اس کا کیا نظریہ ہے؟ محسوسات و معقولات کے ذریعہ کا علم کس حد تک حاصل ہو سکتا ہے؟ اور یہ کہ کیا انسان اپنے مشاہداتی و تجرباتی علم کی رو سے حقیقت حال تک پہنچ سکتا ہے اس بحث سے نہ صرف یہ کہ قدیم و جدید ہر قسم کے بے بنیاد فلسفوں اور نظریوں کا خاتمہ ہو جاتا ہے بلکہ جدید مادہ پرست فلاسفہ کے مطالبے کے مطابق مابعد الطبعی حقائق کے وجود پر سائنٹفک ثبوت بھی مہیا ہو جاتا ہے' جو تاریخ فلسفہ مین ایک بالکل انوکھی اور نرالی چیز ہے ایک ایسا ثبوت جس کا انکار مادہ پرست کسی بھی طرح نہیں کر سکتے۔ یہ عصر جدید پر اتمام حجت کے لئے قرآن عظیم کا ایک نیا اور تازہ معجزہ ہے: جو سلیم الفطرت انسانوں کی رہنمائی کے لئے بہت کافی ہے اس بحث سے یہ حقیقت بھی بخوبی واضح ہو جائے گی کہ قرآن عظیم ہر دور کے تقاضوں نوع انسانی کی ہدایت و رہنمائی کا فریضہ بخوبی انجام دے سکتا ہے اور اس اعتبار سے وہ ہمیشہ تازہ اور سدا بہار رہے گا۔ اس پر کہنگی کی پرچھائیاں کبھی نہیں پڑ سکتیں کیونکہ وہ رب العالمین کا کلام اور اس کا علم ازلی کا پرتو ہے۔ جو اس عالم آب و خاک کی ایک ایک چیز اور اس کے ایک ایک بھید سے بخوبی واقف ہے۔ لہٰذا اس نے اپنے کلام حکمت میں ہر قسم کے ''ذہنی امراض'' سے نپٹنے کا سامان بطور پیش بندی پہلے ہی سے مہیا کر رکھا ہے۔ اس اعتبار سے کلام الٰہی کے علمی اعجاز پر ایک نئی روشنی پڑتی ہے جو عالم انسانی عبرت و بصیرت کیلئے بہت کافی ہے۔

قرآن کا فلسفہء کائنات

اس سلسلے میں سب سے پہلی حقیقت یہ ہے کہ قرآن حکیم نے نوع انسانی کو غور و فکر اور تعقل و تدبر کے ذریعہ زمین و آسمان کی تمام اشیاء موجودات کا نہایت درجہ باریک بینی کے ساتھ جائزہ لینے اور مشاہدے و تجربے کے ذریعہ ان میں ودیعت شدہ خدائی اسباق و بصائر کو پوری ایمان داری کے ساتھ بے نقاب کرنے کا حکم دیا ہے۔ چنانچہ اس سلسلے میں بعض آیات پچھلے صفحات میں پیش کی جا چکی ہیں اور کچھ مزید آیات حسب ذیل ہیں:

ومن اياته خلق السمٰوت والارض واختلاف السنتكم والو انكم ان فى ذلك لايات للعالمين (روم:۲۲)

''اور اس کی نشانیوں میں سے ہے زمین اور اجرام سماوی کو پیدا کرنا اور تمہاری زبانوں اور رنگتوں میں اختلاف رکھنا۔ یقیناً اس باب میں اہل علم کے لئے (وجود باری کی) نشانیاں موجود ہیں۔''

ومن اٰ ياته يريكم البرق خوفا وطمعا وينزل من السمأ مأ فيحى به الارض بعد

وما خلقنا السموت والارض وما بینھما الا بالحق واجل مسمی ۔ (احقاف:۳)

''ہم نے اجرام سماوی' زمین اوران دونوں کے درمیان موجودات کومصلحت کے ساتھ اورایک وقت مقررہ تک کے لئے پیدا کیا ہے۔''

چنانچہ اس خدائی مصلحت اور ''اجل مسمیٰ'' کی تصدیق وتائید خود سائنسی تحقیقات کے ذریعہ بھی اچھی طرح واضح ہورہی ہیں کہ اربوں کہکشاؤں اور کھربوں کھربوں ستاروں اور سیاروں کی یہ پوری کائنات مستقبل میں باہم ٹکرا کر ختم ہوجائے گی۔ نیز ایک ایسا وقت بھی ضرور آنے والا ہے جب کہ خود ہمارا سورج بھی اپنی روشنی اور توانائی کھوکر بالکل ٹھنڈا یا ''مردہ'' ہوجائے گا اس دن یہ واقعہ ہمارے نظام شمسی کے لئے قیامت کا دن ہوگا۔ (۱۲)

غرض صحیفہء فطرت میں ودیعت شدہ اس قسم کی آفاقی نشانیوں کونظر انداز کرکے آنکھیں موند لینا بڑی ہی محرومی اور بدقسمتی کی بات ہے۔ اس قسم کا رویہ فاسق وبدکردار لوگ ہی اختیار کرسکتے ہیں۔ جو اپنے انجام سے غافل وبے خبر یا حقائق سے آنکھیں چرانے والے ہوں۔

"وکاین من ایة فی السموت والارض یمرون علیھا وھم عنھا معرضون (یوسف:۱۰۵)

''زمین اوراجرام سماوی میں ایسی کتنی ہی نشانیاں (وجود باری کے دلائل) ہیں جن پر سے یہ لوگ (منکرین حق) چشم پوشی کرتے ہوئے گزرجاتے ہیں۔''

وکذالك انزلنا ایات بینات وان الله یھدی من یرید۔ (حج:۱۶)

''اوراسی طرح ہم نے اس قرآن کو روشن دلائل کے ساتھ اتارا ہے اوراللہ اسی کو ہدایت دیتا ہے جو (ہدایت کا) ارادہ کرتا ہے۔''

ولقد انزلنا الیك ایات بینات وما یکفربھا الا الفاسقون (بقرہ:۹۹)

''یقیناً ہم نے آپ پر (اس قرآن کے ذریعہ) کھلے کھلے دلائل اتاردیئے ہیں جن کا انکار بدکردار لوگ ہی کرسکتے ہیں۔''

افلم یسیروا فی الارض فتکون لھم قلوب یعقلون بھا او اذان یسمعون بھا فأنھا لاتعمی الابصار ولکن تعمی القلوب التی فی الصدور۔ (حج:۴۶)

''کیا انہوں نے زمین کی سیر نہیں کی' تاکہ ان کے ایسے دل ہوتے جن کے ذریعہ وہ (زمین پر موجود مختلف احوال وکوائف کو سمجھتے' یا ان کے ایسے کان ہوتے جن سے وہ (ان حقائق وواقعات کو) سنتے؟ حقیقت یہ ہے کہ آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں بلکہ سینوں کے اندر موجود دل اندھے ہوتے ہیں۔''

چنانچہ اللہ تعالیٰ کی سنت ہمیشہ اور ہردور میں یہ رہی ہے کہ جب منکرین حق مسلسل وپیہم خدائی دلائل وبراہین کونظر انداز کرتے ہوئے خدائی ہدایت کو خاطر میں نہیں لاتے' بلکہ اپنے علوم وفنون پر فخر کرتے ہوئے پیام الٰہی کو

حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں تو ان پر حجت پوری ہو جاتی ہے پھر اچانک انہیں عذاب الہی آ لیتا ہے پھر وہ کف افسوس مل کر رہ جاتے ہیں لیکن اس وقت کی پشیمانی انہیں کچھ فائدہ نہیں دیتی۔

أفلم يسيروا فى الارض فينظروا كيف كان عاقبة الذين من قبلهم كانوا اكثرمنهم واشد قوة واثار افى الارض فما اغنىٰ عنهم ما كانوا يكسبون ـ فلما جائتهم رسلهم بالبينات فرحوا بما عندهم من العلم وحاق بهم ماكانوا به يستهزئون ـ فلما راوبا سنا قالوا امنا بالله وحده و كفرنا بما كنابه مشركين ـ فلم يك ينفعهم ايما نهم لما راء وبأسنا سنت الله التى قدخلت فى عباده وخسر هنالك الكافرون۔ (مومن:۸۲-۸۵)

”کیا ان لوگوں نے زمین کی سیر نہیں کی تا کہ وہ دیکھتے کہ ان سے پہلے لوگوں کا انجام کیا ہوا؟ وہ لوگ ان سے زیادہ اور شدید قوت والے تھے جو زمین میں اپنے آثار و مظاہر چھوڑ گئے۔ لیکن ان کا کسب ان کے کچھ بھی کام نہ آیا۔ چنانچہ ہمارے رسول جب ان کے پاس کھلے ہوئے دلائل لے کر آئے تو وہ اپنے علم و دانش پر اترانے لگے اور جس چیز کا وہ استہزاء کرتے تھے اس نے انہیں آ گھیرا۔ جب انہوں نے ہمارے عذاب کو آتے دیکھا تو (بے اختیار) کہہ اٹھے کہ ہم اللہ واحد پر ایمان لائے اور ان سب چیزوں کا انکار کیا جن کو ہم خدا کا شریک ٹھہراتے تھے مگر ہمارا عذاب دیکھ لینے کے بعد ان کا ایمان لانا انہیں کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکا۔ یہ اللہ کی سنت ہے جو اس کے بندوں میں گزر چکی ہے۔ غرض اس وقت منکرین خدا گھاٹے میں رہ گئے۔“

یہ قرآن حکیم کے ”فلسفہ کائنات“ پر ایک اجمالی نظر تھی جس کے ملاحظے سے قرآنی دلائل و براہین کا ایک پورا فلسفہ ہمارے سامنے آ جاتا ہے کہ اس کتاب حکمت میں مابعد الطبیعی حقائق اور وحی والہام کے اثبات کے لئے ”طبیعی دلائل“ یا وجود باری کی نشانیوں کا ایک مکمل نظام موجود ہے، جو ہر دور کے تقاضوں کے مطابق نوع انسانی کی صحیح رہنمائی کر سکتا ہے اس لحاظ سے اس میں عصر جدید کی بھی مکمل رہنمائی کا سامان موجود ہے۔ ظاہر ہے کہ اتنا جامع اور مکمل نظام دلائل جو ہر دور کے تقاضوں کے عین مطابق ہو وہ کسی انسان کا وضع کیا ہوا نہیں ہو سکتا لہٰذا ہم محض اس جامع نظام دلائل کو دیکھ کر ہی اندازہ کر سکتے ہیں کہ یہ کلام ایک مافوق الطبیعی ہستی ہی کا ہو سکتا ہے، جو انسان نہیں ہو سکتا، چہ جائیکہ اس کے تفصیلی دلائل کا مطالعہ سے مادیت کے سارے تار پود بکھیر جاتے ہیں۔ جو اس کی ایک ایک دکھتی رگ پر انگلی رکھتے ہوئے اس کے تمام امراض کی صحیح صحیح تشخیص کرتا اور ہر دوراہے پر میل کے پتھر نصب کر کے صراط مستقیم کی طرف رہنمائی کرتا ہے اس سے بڑھ کر قرآن عظیم کا علمی معجزہ اور کیا ہو سکتا ہے؟ چنانچہ آپ اس کتاب حکمت کو کسی بھی حیثیت سے جانچیئے وہ ہر اعتبار سے مکمل اور بے عیب دکھائی دے گی۔ ظاہر ہے کہ یہ خصوصیت سوائے کلام الٰہی کے کسی انسانی کلام میں پائی نہیں جا سکتی کہ زمانہ جیسے جیسے ترقی کرتا جا رہا ہے ویسے ویسے صحیفہ الٰہی کے اسرار و عجائب کھلتے جا رہے ہیں اور اس کے معانی و مطالب نکھر نکھر کر سامنے آ رہے ہیں اور وہ از کار رفتہ ہونے کے بجائے ہر دم تازہ اور اپٹوڈیٹ نظر آ رہا

ہے۔قرآن عظیم کے کلام الٰہی ہونے کا اس سے بڑا ثبوت اور کیا چاہیے؟

سائنس اور فلسفہ قرآن کی نظر میں

اوپر مذکور تمام آیات کے ملاحظے سے یہ بے غبار حقیقت پوری طرح منکشف ہو جاتی ہے کہ مظاہر عالم کی چھان بین اور ان کی تحقیق و تفتیش سے جو تکوینی یا طبیعی علم حاصل ہوتا ہے اس کے ذریعہ خدائی حجت پوری ہو جاتی ہے۔ لہذا قرآن حکیم کے ذریعہ اس طریقے کے مطابق حصول علم پر زور دیا گیا اور اس طبیعی علم کو دین کی نظر میں قابل استدلال قرار دیا گیا ہے۔اس علم کی پہلی منزل ''نظر'' ہے جس میں بصارت و بصیرت کے ساتھ دیکھنے کے علاوہ غور وفکر کرنے اور کسی چیز کا جائزہ لینے کے بھی ہیں۔نیز اس کے معنی کسی چیز کے جائزے سے حاصل ہونے والے نتیجہ فکر کے بھی ہیں چنانچہ اس سلسلے میں علامہ راغب اصفہانی تحریر کرتے ہیں:

النظر تقليب البصر والبصيرة لادراك الشئى ورئويته وقد يرادبه التأمل والتفحص ۔ وقد يراد به المعرفة الحاصلة بعد الفحص۔ وقوله (قل انظروا ماذا فى السمٰوت) أى تاملوا ۔ (۱۳)

اس اعتبار سے یہ ایک جامع لفظ ہے جس کے مفہوم میں کسی چیز کا بغور مشاہدہ کرنا اور غور وفکر کے ذریعہ اس کی چھان بین کرنا ہے۔چنانچہ کلام الٰہی میں متعدد مقامات پر یہ لفظ منکرین خدا پر بطور حجت لایا گیا ہے مثلاً

قل انظروا ماذا فى السمٰوت والارض وما تغنى الايات والنذر عن قوم لايومنون (یونس:۱۰)

''کہہ دو کہ ذرا غور سے دیکھو (جائزہ لو) تو سہی کہ زمین اور اجرام سماوی میں کیا کیا چیزیں موجود ہیں؟ (لیکن حقیقت تو یہ ہے کہ) ایمان نہ لانے والوں کیلئے (وجود باری کی) یہ نشانیاں اور ڈراوے کچھ بھی فائدہ نہیں دیتے۔

اولم ينظروا فى ملكوت السمٰوت والارض وما خلق الله من شئى وان عسى ان يكون قد اقترب اجلهم فبائى حديث بعده يومنون (اعراف:۱۸۵)

''کیا انہوں نے زمین اور اجرام سماوی کی بادشاہت اور ان میں اللہ کی پیدا کی ہوئی چیزوں کو بغور نہیں دیکھا (ان کا جائزہ نہیں لیا)؟ اس بنا پر ہو سکتا ہے کہ ان کا وقت قریب آ چکا ہو۔اس (حکیمانہ کلام) کے بعد وہ آخر کس چیز پر ایمان لائیں گے؟''

غرض ان آیات کی رو سے بخوبی ثابت ہو گیا کہ قرآں کی نظر میں زمین سے لے کر آسمان تک تمام مظاہر و موجودات قابل حجت و استدلال ہیں جو ''طبعیات'' یا نیچر کے دائرے میں آتے ہیں۔چنانچہ ان مظاہر و موجودات کا تفصیلی علم حواس خمسہ کے ذریعہ مشاہدے اور تجربے کی مدد سے حاصل ہوتا ہے۔

حواس خمسہ کے ذریعہ حاصل ہونے والی معلومات علم کی پہلی منزل ہے جب کہ اس کی دوسری منزل تعقل و تفکر ہے۔یعنی مشاہداتی و تجرباتی حقائق کو ترتیب دے کر ان سے منطقی قضایا مرتب کرنا۔بالفاظ دیگر استقرائی معلومات

(سائنسی حقائق) کو مرتب کر کے ان سے دلیل و استدلال کیلئے کلیات وضع کرنا۔ اس اعتبار سے قرآن حکیم کی نظر میں سائنس اور فلسفہ (علم کلام) دونوں معتبر ہیں۔ مظاہر کائنات کی چھان بین اور ان کی تحقیق و تفتیش کرنا ماہرین طبیعات یا سائنس دانوں کا کام ہے، جبکہ سائنسی تحقیقات و انکشافات کو بنیاد بنا کر ان سے کلی نتائج اخذ کرنا فلاسفہ یا متکلمین کی ذمہ داری ہے۔

غرض انہی علوم کے حاملین کو قرآن حکیم نے متعدد مواقع پر اہل علم، اہل دانش، مفکرین، عالم لوگ اور علماً وغیرہ کے خطاب سے نوازا ہے۔ چنانچہ ایک موقع پر آفتاب و ماہتاب کی چند خصوصیات کا تذکرہ کرنے کے بعد ان کے نظاموں میں موجودہ حقائق کا پتہ چلانے والوں کو "علم والے" (لقوم یعلمون) قرار دیا گیا ہے:

هوالذی جعل الشمس ضیاء والقمر نورا وقدره منازل لتعلموا عدد السنین الحساب ماخلق الله ذالك الا بالحق یفصل الایات لقوم یعلمون (یونس:۵)

"وہی ہے جس نے سورج کو روشن اور چاند کو منور بنایا اور اس کی منزلیں مقرر کیں تاکہ تم برسوں کی تعداد اور حساب معلوم کر سکو۔ یہ سب کچھ اللہ نے مصلحت کے ساتھ پیدا کیا ہے۔ چنانچہ وہ اپنی آیتیں علم والوں کے لئے کھول کر بیان کرتا ہے۔"

ایک اور موقع پر نباتات میں پائے جانے والے غلوں اور پھلوں کے اختلاف ذائقہ کی طرف خصوصی توجہ مبذول کراتے ہوئے اس عجیب و غریب مظہر ربوبیت میں غور و خوض کرنے والوں کو "عقل والوں" کے خطاب سے نوازا ہے۔

وفی الارض قطع متجاورات وجنات من اعناب وزرع ونخیل صنوان وغیر صنوان یسقی بمآء واحد ونفضل بعضها علیٰ بعض فی الاكل ان فی ذالك لایات لقوم یعقلون (رعد:۴۰)

"زمین میں کچھ خطے پاس پاس واقع ہیں اور انگور کے باغات اور کھیتی اور شاخوں دار و غیر شاخوں دار کھجور کے درخت بھی موجود ہیں، ان سب کو ایک ہی پانی سے سینچا جاتا ہے۔ لیکن ہم ذائقے میں ان میں سے ایک کو دوسرے پر فضیلت دیتے ہیں (یعنی ان کے ذائقے مختلف بناتے ہیں) یقیناً اس (مظہر ربوبیت) میں عقل مندوں کے لئے بہت سی نشانیاں موجود ہیں۔

اسی طرح ایک جگہ شہد اور اس کی مکھیوں کے محیر العقول کارنامے کا ذکر کرتے ہوئے اس باب میں غور و فکر کرنے پر اس طرح ابھارا گیا ہے:

واوحی ربك الی النحل ان اتخذی من الجبال بیوتا ومن الشجر ومما یعرشون ۔ ثم كلی من كل الثمرات فاسلكی سبل ربك ذللا یخرج من بطونها شراب مختلف الوانه فیه شفآ

للناس ٗ ان فی ذالك لاية لقوم يتفكرون (نحل:۶۸۔۶۹)

''اور تیرے رب نے شہد کی مکھی کو (الہام کے ذریعہ) آگاہ کیا کہ تو اپنے گھر بنا پہاڑوں میں، درختوں میں اور لوگوں کی بنائی ہوئی چھتوں میں۔ پھر ہر قسم کے پھولوں کو چوستی پھر اور اپنے پروردگار کی آسان راہوں پر چلا کر۔ چنانچہ اس کے پیٹ سے مختلف رنگوں والا ایک مشروب نکلتا ہے جس میں لوگوں کے لئے شفاً ہے۔ اس (مظہر ربوبیت) میں غور وفکر کرنے والوں کے لئے ایک نشانی موجود ہے۔''

ایک اور موقع پر خدا کی خدائی میں دوسروں کو شریک کرنے والوں کی مثال (اپنی کمزوری میں) مکڑی کے جالے سے مشابہ قرار دیتے ہوئے ان کی مذمت کی گئی ہے پھر اس کے بعد ارشاد ہوتا ہے کہ اس قسم کی مثالوں کو صرف ''عالم لوگ'' ہی سمجھ سکتے ہیں:

مثل الذين اتخذوا من دون الله اولياٰء كمثل العنكبوت ٗ اتخذث بيتاً وإن أوهن البيوت لبيت العنكبوت ٗ لو كانوا يعلمون ...... وتلك الامثال نصربها للناس ٗ وما يعقلها الا العالمون ۔(عنکبوت ۴۱:۴۳)

''ان لوگوں کی مثال جنہوں نے اللہ کے سوا دوسروں کو کارساز بنایا ہے وہ مکڑی جیسی ہے کہ وہ بھی (ایک طرح کا) گھر بناتی ہے مگر بلاشبہ مکڑی کا گھر تمام گھروں میں سے سب سے زیادہ بودا ہوتا ہے۔ کاش یہ لوگ (اس حقیقت کو) سمجھ سکتے۔ یہ مثالیں ہم لوگوں کے لئے بیان کر رہے ہیں مگر ان مثالوں کو صرف عالم لوگ ہی سمجھ سکتے ہیں۔''

ایک اور جگہ ایک ہی پانی سے رنگ برنگ میوے نکالنے، نیز پہاڑوں، انسانوں اور چوپاؤں میں بھی رنگوں کا اختلاف رکھے جانے کو وجود باری کی دلیل قرار دیتے ہوئے ارشاد ہوتا ہے کہ قدرت و ربوبیت کے ان انوکھے نظاروں میں غور وفکر کرنے والوں میں اللہ کا ڈر پیدا ہو جاتا ہے جو مطالعہ، فطرت کا حاصل اور نتیجۃ النتائج ہے:

الم تران الله انزل من السمآ ءِ مآءِ فاخر جنابه ثمرات مختلفا الوانها ومن الجبال جدد بيض وحمر مختلف الوانها ٗ وغرابيب سود ٗ ومن الناس والدواب والانعام مختلف الوانه كذلك ٗ انما يخشى الله من عباده العلمأ ان الله عزيز عفور (فاطر:۲۷۔۲۸)

''اے مخاطب کیا تو نے مشاہدہ نہیں کیا کہ اللہ نے بلندی سے پانی برسایا، پھر ہم نے اس پانی کے ذریعہ رنگ برنگے پھل نکالے؟ اسی طرح پہاڑوں میں کچھ مختلف رنگوں کے سفید، سرخ اور بہت سیاہ ہوتے ہیں۔ نیز یہ کہ انسانوں، جانوروں اور چوپاؤں کے رنگ بھی طرح طرح کے ہوتے ہیں (ان مظاہر ربوبیت کے ملاحظے کی بدولت) اللہ سے اس کے بندوں میں صرف علمأ ہی ڈر سکتے ہیں یقیناً اللہ سب پر غالب اور بخشنے والا ہے۔''

اس کا حاصل یہ ہوا کہ جو لوگ مظاہر فطرت کے نظاموں میں سچے دل سے اور پوری غیر جانب داری کے ساتھ غور وخوض کرتے ہیں ان پر خدا کے وجود، اس کی وحدانیت، اس کی قدرت کاملہ اور اس کی ربوبیت وخلاقیت کا صحیح علم

منکشف ہو جاتا ہے۔ بالفاظ دیگر انہیں معرفت الٰہی پوری طرح حاصل ہو جاتی ہے۔ جو عین الیقین اور حق الیقین کے مرتبے تک پہنچا دیتی ہے اس بنا پر ان پر خوف وخشیت طاری ہو جاتی ہے اور یہ عقلی واستدلالی ایمان روایتی ایمان سے زیادہ مستحکم و پائیدار ہوتا ہے، جس کو عقل و فلسفے کے تھپیڑے کسی بھی طرح متزلزل نہیں کر سکتے اور اس کے حاملین کے پائے ثبات کو لرزا نہیں سکتے۔

حاصل یہ کہ قرآن حکیم کی نظر میں اہل علم، دانشور، مفکرین اور علماء وہ لوگ ہیں جو علوم طبیعی کے ماہرین وہ متکلمین ہیں، جو مظاہر عالم کے ''سینوں'' کو چیر کر ان میں ودیعت شدہ ''خدائی آیات'' یا دلائل ربوبیت کو منظر عام پر لانے والے ہوں، کیونکہ صحیفۂ فطرت کے ہر ہر ورق، اس کی ڈالی ڈالی اور بوٹے بوٹے پر خدائی آیات ونشانات منقش و مرتسم ہیں، جن سے ایک اندھا بہرا شخص ہی چشم پوشی کر سکتا ہے۔ یہ تمام مظاہر و موجودات اپنے عجیب وغریب اور حیرت انگیز نظاموں کے ذریعہ ایک عظیم اور برتر ہستی کے وجود اور اس کی وحدانیت کی خبر دے رہے ہیں، جس کا وجود تسلیم کئے بغیر عقلی واستدلالی حیثیت سے ان کی کوئی بھی تسلی بخش توجیہ وتاویل نہیں ہو سکتی۔ اور حیات و کائنات کے معمے حل نہیں ہو سکتے۔ بلکہ ہر قدم پر انسانوں کی حیرتوں میں اضافہ ہوتا چلا جائے گا۔ واقعہ یہ ہے کہ مختلف ''تخلیقی عجوبوں'' سے بھری یہ رنگا رنگ کائنات بھول بھلیوں سے کسی بھی طرح کم دکھائی نہیں دیتی، جب کہ اس میں ایک فوق الطبیعی ہستی کا وجود تسلیم نہ کیا جائے۔

قرآنی نظریۂ علم کیا ہے؟

ان تمہیدی مباحث کے بعد اب اصل موضوع کی طرح رجوع کیا جاتا ہے۔ تکوینی یا نیچرل علوم کی قرآنی نقطہ نظر سے دو قسمیں ہیں: اول محسوسات یعنی حواس خمسہ کے ذریعہ حاصل ہونے والا علم اور دوم معقولات جو محسوساتی علم کو بنیاد بنا کر دلیل واستدلال سے کام لینے والا ہے علم اول سائنس کے نام سے موسوم کیا جا سکتا ہے اور علم ثانی کو ہم خصوصیت کے ساتھ فلسفہ یا کلام کہہ سکتے ہیں۔ پہلا علم جزئیات پر مشتمل ہوتا ہے جب کہ دوسرا کلیات پر۔ اور یہ دونوں اسلام کی نظر میں حجت ہیں۔ اور اس کی ایک اور قوی دلیل حسب ذیل آیت کریمہ ہے جس کے مطابق ''سمع وبصر'' (دیکھنے اور سننے) اور ''فواد'' (دل یا عقل) کو قابل مواخذہ قرار دیا گیا ہے۔

ان السمع والبصر والفواد کل اولئك كان عنه مسوولا۔ (اسراء ۳۶)

''یقیناً سمع وبصر اور فواد ہر ایک قابل مواخذہ ہے۔''

اس آیت کریمہ میں سمع وبصر کو چونکہ محسوسات میں نمایاں حیثیت حاصل ہے اس لئے انہیں حواس خمسہ کے نمائندوں کے طور پر پیش کیا گیا ہے، جبکہ فواد معقولات کی نمائندگی کر رہا ہے۔

چنانچہ امام رازی تحریر کرتے ہیں کہ علوم یا تو حواس کا ذریعہ حاصل ہوتے ہیں یا عقل کے ذریعہ۔ تو یہاں پر قسم اول کی طرف سمع وبصر کے ذریعہ اشارہ کیا گیا اور قسم ثانی کی طرف فواد کا ذریعہ۔ پھر جو علوم عقل کا ذریعہ حاصل

ہوتے ہیں ان کی دو قسمیں ہیں ایک بدیہی اور دوسرا کسبی۔ (۱۴)

علامہ ابن تیمیہ ؒ نے سمع و بصر کو علم کا اصل سرچشمہ قرار دیتے ہوئے تحریر کیا ہے کہ انہی دو حاسّوں کی بدولت انسان چوپاؤں سے ممتاز ہے (۱۵)

اس بحث سے واضح ہو گیا کہ محسوسات و معقولات قرآن کی نظر میں علم کے ذرائع ہیں جن سے انسان پر حجت قائم ہو سکتی ہے۔ کیونکہ وہ قابل مواخذہ ہیں بعض مفسرین نے تحریر کیا ہے کہ اسی بنأ پر کسی واقعہ کی غلط شہادت دینا بھی خدا کے نزدیک قابل مواخذہ ہے۔ (۱۶)

لہذا تجرباتی علوم میں اس سے مراد یہ ہے کہ تجربہ و مشاہدہ کرنے والے افراد اپنے نتائج فکریہ کا ایمانداری او پوری غیر جانبداری کے ساتھ اظہار و اعلان کریں اور اپنی طرف سے اس میں کسی قسم کی آمیزش نہ کریں، ورنہ وہ ایک ''قول زور'' یا ''جھوٹی بات'' ہونے کی وجہ سے قابل مواخذہ ہو سکتی ہے۔ کیونکہ علم ایک خدائی امانت ہے جس میں کسی قسم کی ملاوٹ نہ ہونی چاہیے۔

غرض قرآن حکیم کی نظر میں جو لوگ مظاہر عالم اور ان کا نظاموں میں غور و فکر نہیں کرتے اور ان میں موجودہ منطقی و آفاقی شہادتوں کو نظر انداز کرتے ہوئے بے بنیاد عقائد سے چمٹے رہتے ہیں وہ بہائم اور چوپاؤں کی طرح ہیں:

ولقد ذرانا لجهنم كثيرا من الجن والانس لهم قلوب لايفقهون بها ولهم اعين لا يبصرون بها ولهم اذان لا يسمعون بها اولئك كالانعام بل هم اضل اولئك هم الغافلون (اعراف ۱۷۹)

''اور ہم نے دوزخ کے لئے بہت سے جنوں اور انسانوں کو پیدا کر رکھا ہے جن کے دل تو ہیں مگر وہ ان سے سمجھتے نہیں، جن کی آنکھیں تو ہیں مگر وہ ان سے دیکھتے نہیں اور جن کے کان تو ہیں مگر وہ ان سے سنتے نہیں۔ لہذا یہ لوگ (اپنی بے بصیرتی کی بنأ پر) چوپاؤں کی طرح ہیں، بلکہ ان سے بھی زیادہ گئے گزرے، یہی لوگ غافل ہیں۔''

یہ آیت کریمہ پچھلی آیت کی بھی شرح کر رہی ہے جس کے مطابق سمع و بصر اور فواد کو قابل مواخذہ بتایا گیا ہے اس موقع پر فواد سے مراد دل یا عقل ہے۔ اس اعتبار سے قرآن حکیم نوع انسانی کو نہ صرف یہ کہ موجودات عالم میں غور و فکر کر کے ان سے صحیح نتائج اخذ کرنے کی دعوت دیتا ہے بلکہ انہیں مختلف طریقوں سے جھنجوڑتے ہوئے مشاہدے اور تعقل و تفکر پر بھی ابھارتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس کا یہ رویہ کسی بھی اندھی عقیدت کے خلاف ہے لہذا اسلام جیسے حقیقت پسند مذہب پر ''بے عقلی'' کا الزام عائد نہیں ہو سکتا۔ بلکہ دراصل اسی نے نوع انسانی کو پہلی بار عقل و فکر کے ذریعہ تجربے و مشاہدے پر ابھارا ہے، تاکہ تجرباتی حقائق کی روشنی میں اسلام کے دعوے اور اس کے عقیدے کھرے ثابت ہوں۔

(جاری ہے)

جناب محمد عبدالمنعم

قرآن کریم کا اعجاز مختلف آراء کی روشنی میں

زمانہ قدیم سے علماء کرام نے قرآن کریم کے اعجاز کے سلسلے میں تصنیف و تالیف کی اور اپنی توجہ کا مرکز بنایا اور اس سلسلے کی مشہور ترین تالیفات درج ذیل ہیں۔

۱۔ ابوعبید متوفی ۲۰۷ھ کی تصنیف ''اعجاز القرآن'' شاید اس کتاب کی تصنیف کا مقصد بعض ان معتزلہ کو جواب دینا تھا جن کے خیال میں قرآن کریم کی فصاحت بنفسہٖ کوئی معجزہ نہیں ہے۔

۲۔ عربی زبان و ادب کے امام جاحظ متوفی ۲۵۵ھ کی تصنیف ''نظم القرآن'' جس میں جاحظ نے قرآن کریم کے اعجاز کے سلسلے میں اپنے فصیح و بلیغ اسلوب میں بہت سارے رموز و اسرار سے پردہ اٹھایا ہے۔

۳۔ ابوعبداللہ محمد بن یزید الواسطی متوفی ۳۰۶ھ کی تصنیف ''اعجاز القرآن فی نظمہٖ و تلیفہٖ'' جس کی ایک ضخیم شرح ''المعتضد'' کے نام سے عبدالقاہر الجرجانی نے لکھی ہے اور مزید ایک اس سے چھوٹی شرح بھی لکھی ہے۔

۴۔ ابن الاخشید کی تصنیف ''نظم القرآن'' اور اسی طرح ابن ابی داؤد متوفی ۳۱۶ھ نے بھی اس موضوع سے متعلق ایک کتاب تصنیف کی۔

۵۔ الرمانی متوفی ۳۸۴ھ کی کتاب ''اعجاز القرآن'' اسی طرح امام الخطابی متوفی نے ۳۸۸ھ نے اور امام قاضی ابوبکر نے محمد بن طیب العاقلانی متوفی نے ۴۰۳ھ نے بھی اس فن پر خامہ فرسائی کی ہے۔

۶۔ عبدالقاہر الجرجانی متوفی ۴۷۱ھ کی تصنیف ''دلائل الاعجاز''

۷۔ اسی طرح فخر الدین الرازی متوفی ۶۰۶ھ اور ابن ابی الاصبع متوفی ۶۵۴ھ اور الزملکانی متوفی ۷۲۷ھ اور الرافعی متوفی ۱۹۳۶ء نے اعجاز قرآن کے سلسلے میں کتابیں تصنیف کیں۔

عہد بنو امیہ کے جعد بن درہم کہتے ہیں کہ قرآن کریم کی فصاحت کوئی معجزہ نہیں ہے اور ان کے بعد مشہور معتزلی عالم ابواسحاق ابراہیم النظام آئے جن کے خیال میں قرآن کریم کے اعجاز کا سبب ''الصرفہ'' ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ قرآن کریم اپنے بیان کے اعتبار سے انسانی قوت سے بالاتر نہ ہوتا اگر اللہ تعالیٰ اس کی نظیر پیش کرنا ناممکن قرار نہ دیتا اور انہیں سے ایک دوسری رائے یہ منقول ہے کہ قرآن کریم کا ماضی و مستقبل کی غیب کی خبروں سے پردہ اٹھانا اس کا اعجاز ہے۔

لیکن جاحظ قرآن کریم کے اعجاز کو تسلیم کرتے ہیں اور اس اعجاز کو قرآن کریم کی سحر انگیز بلاغت عمدہ بیانی'

حیرت انگیز نظم اور اس کی دلکش فصاحت پر مبنی قرار دیتے ہیں پس بلاشبہ قرآن کریم بلاغت و اعجاز کی اعلیٰ بلندیوں پر نظر آتا ہے اور قرآن کو جب بطور چیلنج پیش کیا گیا تو زبانیں گنگ ہو گئیں اور اہل قلم اپنی بے بسی پر شکوہ کناں تھے اور قرآن کے مقابلے میں ان پر عجز و بے بسی کی دائمی مہر لگ گئی سر کردہ اہل بلاغت قرآن کی بلاغت کا کھلے دل اعتراف کرتے ہیں۔ الولید ابن المغیرہ نے آپؐ سے قرآن کریم کو سن کر یہاں تک کہہ دیا کہ بخدا تم میں کوئی مجھ سے زیادہ شعر، رجز، قصیدہ اور جنوں کے اشعار کا علم نہیں رکھتا اور بخدا اس سلسلے میں جو کچھ بھی ہم کہتے ہیں اس کی اس سے مشابہت نہیں ہے اور بلاشبہ ان کی گفتگو میں ایک مٹھاس اور نکھار ہے۔ اس کا اوپری حصہ پھلدار اور نچلا حصہ سرسبز ہے، اور بلاشبہ اس کی بلندی مسلم ہے اور اس سے بلند کوئی چیز نہیں۔

اور جاحظ ہی کے نقش قدم پر صاحب ''دلائل اعجاز'' عبدالقاہر الجرجانی چلے ہیں جو کہ قرآن کریم کے اعجاز کی بھرپور حمایت کرتے ہیں۔ اور یہ اعجاز انکو عربی نظم کی خصوصیات اور اس کی باریکیوں میں نظر آتا ہے اور قرآن کریم کا اعجاز اس کی جدت طرازی جو کہ عظیم خصوصیت میں سے ہے اور فاضلانہ اور فائق ترین اسلوب اور عجیب و غریب خیرہ کن وصقیہ انداز اس کے اعجاز پر دال ہے۔ یہاں تک کہ ساری مخلوق کو عاجز کر دیا۔ یہاں تک کہ زبانیں گنگ ہو گئیں اور کوئی امکانی شکل نظر نہیں آئی۔ جیسا کہ عبدالقاہر خود کہتے ہیں: قرآن کے نظم اور اس کے الفاظ کے سیاق و سباق کی خصوصیات اور قرآن کریم کی آیات کی ابتداء و انتہاء جس نے انہیں خیرہ کر کے رکھ دیا اور الفاظ کے موقع محل اور ان کا استعمال اور ہر مثال اور خبر کے موقع محل اور ان کا استعمال اور ہر مثال اور خبر کے لوگوں کو عاجز اور بے بس بنا دیا کہ اس جیسا کلام پیش کر سکیں۔ پس ان کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں انہوں نے ایک ایک سورۃ ایک ایک جز اور ایک ایک آیت پر غور کیا نتیجہ پورے قرآن میں ایک جملہ بھی ایسا نظر نہیں آیا جو بے محل ہو۔ بلکہ ایسا منظم اور مرتب نظر آیا کہ عقلیں حیران رہ گئیں اور لوگ اس کے سامنے عاجز اور بے بس نظر آئے۔

قاضی باقلانی نے قرآن کریم کے جملہ اعجاز کو تین حصوں میں تقسیم کر کے شمار کیا ہے قرآن کریم کا غیب کے بارے میں خبر دینا جہاں تک انسانی علم کی رسائی ناممکن ہے آپؐ کے ظاہری طور پر امی ہونے کے باوجود قرآن کریم کا گذشتہ قوموں کے بارے میں اطلاع فراہم کرنا، نظم قرآن کریم اور اس کی حیرت انگیز تالیف اور اس کی دلکش بلاغت جہاں خلق خدا عاجز نظر آتی ہے، اور باقلانی نے قرآن کریم کے نظم میں اس کے اعجاز کی صورتوں کی تشریح کی ہے اور قرآن کے چیلنج اور اس کے اعجاز اور اس سے ملحقہ جملہ چیزوں کے بارے میں اپنی مشہور تصنیف ''اعجاز القرآن الکریم'' میں بحث کی ہے۔ اس مشہور کتاب کے بارے میں ابن العربی کا قول ہے کہ اس جیسی تصنیف کی نظیر نہیں ملتی۔

اور قاضی ایاض نے اپنی کتاب ''الشفاء'' میں قرآن کریم کے اعجاز کو بیان کیا ہے اور اس کو چار حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ پہلی چیز قرآن کریم کی نزاکت تالیف اس کے الفاظ کا باہمی اتحاد، اس کی فصاحت، اس کے اعجاز کی مختلف شکلیں اور اس کی غیر معمولی بلاغت، اور دوسری چیز اس کا عجیب و غریب نظم اور ایسا انوکھا اسلوب جو کہ عربوں کے کلام

اور ان کے نظم ونثر کے اسلوب کے برعکس ہے۔ اور تیسری چیز غیب کا علم فراہم کرنا۔ اور چوتھی چیز گذشتہ صدیوں' ہلاک شدہ قوموں اور ایسی شریعتیں جن کا نام ونشان مٹ گیا ہو ان کے واقعات واخبار سے پردہ اٹھانا۔

علماء کرام نے قرآن کریم کے اعجاز کی جن شکلوں کو بیان کیا ہے ان میں سے بعض یہ ہیں' جیسے قرآن کریم کے تلاوت کے وقت اس میں نئے پن کا احساس اور قرآن کریم میں علوم ومعارف کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر جس کا احاطہ دانشوران اقوام بھی نہیں کر سکے' ماضی ومستقبل کی خبروں پر مشتمل ہونا' اس کے باہم بعض اجزاء کا مشابہ ہونا' اس کے انوع واقسام میں حسن ترتیب واتاد کا پایا جانا' ایک قصے کو بہت اچھے انداز میں ختم کر کے دوسرے کا آغاز کرنا اور اسی طرح ایک باب سے دوسرے باب میں منتقل ہونا اور بعض علماء قرآن کریم کے اعجاز کو اس حیثیت سے تسلیم کرتے ہیں کہ قرآن کریم تناقض سے خالی ہے اور پیچیدہ معانی پر مشتمل نہیں ہے۔ اور بعض علماء کے خیال میں ہر سورت کے ابتداء درمیان وانتہاءً میں اور آیات کے آغاز واختتام میں قرآن کریم جن ظاہری خصوصیات اور اچھوتے جمال کو سمیٹے ہوئے اس کے اعجاز کی بین دلیل ہے۔

سیوطی نے اپنی کتاب "الاتقان" (جن کا موضوع اعجاز قرآن ہے) میں علما کرام کے بعض راویوں پر روشنی ڈالی ہے۔

امام رازی کے خیال میں قرآن کا اعجاز اس کی فصاحت' انوکھے اسلوب اور اس کے جملے عیوب سے بری ہونے میں مضمر ہے اور امام زملکانی اس کے اعجاز کو اس کا مخصوص انداز تالیف قرار دیتے ہیں۔

اور ابن حزم "منہاج البلغاء" میں رقم طراز ہیں کہ " قرآن کریم میں اعجاز کا پہلو یہ ہے کہ پورا قرآن کریم از ابتداء تا انتہا فصاحت وبلاغت کے اعلیٰ معیار پر برابر' مزن رہا ہے اور کہیں بھی ذرہ برابر اس معیار سے نیچے نہیں نظر آتا اور ایسا انداز بیان انسان کی وسعتوں سے پرے ہے"

اور امام خطابی کے خیال میں اکثر علماء کی رائے یہ ہے کہ قرآن کریم کا اعجاز اس کی بلاغت میں مضمر ہے لیکن اس کی تفصیل ان کے لئے کوئی آسان کام نہیں ہے...... اور نہ ہی اس سے بہتر منظم کوئی کتاب نظر آئے گی جس تالیف اور باہم متحد ومشابہ ہونے کے اعتبار سے' اور جہاں تک اس کے معانی کا سوال ہے پس کوئی بھی ذی شعور یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ ان معانی کو اپنے مفہوم کی ادائیگی میں برتری حاصل ہے اور اس سے بہتر کوئی تعبیر نہیں اپنائی جا سکتی۔

اس کے علاوہ بھی اعجاز قرآن کے سلسلے میں رائے ہیں جو کہ باہم مختلف ہونے کے باوجود ایک گہرے ٹھاٹے مارتے سمندر کی ایک ہی لہر سے جڑی ہوئی ہیں۔ اگر چہ یہ سب کی سب قرآن کریم کی شان وشکوت اور اس کے عظیم اعجاز کے رموز وتاثیر اور بلندی کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں ہیں۔ قدماء نے قرآن کریم کے اعجاز کی تحقیق میں اپنی اپنی گراں مایہ زندگیاں گزاری دیں پھر بھی قرآن کریم کے اعجاز کے نقطہ انتہا کو نہ پہنچ سکے اور بعد میں آنے والوں نے بھی اس سلسلے میں گفتگو کی اگر چہ کوئی خاص چیز نہیں پیش کر سکے' پس بعض نے قرآن کی روحانی اور انوکھی طاقت اس کے

نامعلوم تاریخی واقعات پر روشنی ڈالنے کو اور علمی و منطقی اسلوب کو اس کا اعجازی پہلو شمار کیا اور کچھ بعض دوسرے پرانی راویوں کی تشریح وتنقید کرتے ہوئے رد کرتے ہیں۔

قرآن کریم کی بلاغت کے رموز اور اس کے اعجاز کے سمجھنے میں یہ سب کی سب صورتیں علماء کی ثقافت، انکی عقل انکی قوت وفکر اور انکی سوچ پر مبنی ہے۔

اور اب ہم قارئین کی توجہ صرف قرآن کریم کی ادبی فطرت کی طرف مبذول کرائیں گے۔ پس تفہیم وتنقید اور اعجاز کے مسئلے میں حکم کے ذریعہ ہم اس کی ادبی فطرت کا دعویٰ پیش کرتے ہیں۔

محمدؐ پر اللہ تعالیٰ کی جانب سے ایک کتاب نازل کی گئی جو کہ انسانی قوانین میں دستور اعظم کی حیثیت سے جانی گئی۔ اور ادبی بلاغت کی تاریخ میں ایک عمدہ ترین کتاب کا علم ہوا۔ اور آپؐ نے عربوں کو اپنی رسالت پر ایمان لانے کی دعوت دی اور اس سلسلے میں وہ قرآن کریم عربوں پر بطور استدلال پیش کرتے۔ اور وہ صبح وشام ان کر آواز دیتے کہ ایک سورت یا چند آیات اس کے مقابلے میں وہ پیش کریں اگر اس کو جھوٹ مانتے ہیں۔

اور چیلنج کا انداز ہ جتنا تیز تر ہوتا جاتا اتنا ہی وہ لوگ عاجز بے بس اور مضحکہ خیز نظر آتے۔ جب کہ فن بیان میں ان کو ید طولیٰ حاصل تھا۔ اور خطیبوں شاعروں اور بلیغوں کی بہتات تھی۔ پھر نسلیں گزر گئیں، اور ادباء و اہل علم تنقید نگار، اہل بلاغت اور مولفین حضرات قرآن کریم کے اعجاز کو تسلیم کرتے اور فصاحت و بلاغت اور بیان کی جس منزل پر قرآن نظر آتا ہے اس کے عشر عشیر تک پہنچنے میں بھی اپنے آپ کو عاجز قرار دیتے ہیں۔ اور خالص ادبی فطرتیں برابر اس کے گن اور کبریائی کے ترانے گاتی رہتی ہیں اور جھومتی رہتی ہیں جب کبھی بھی کوئی آیت یا سورت ان کے گوش گزار ہوئی۔ اور قرآن کریم اور اس کے علاوہ دیگر ادبی دینی وعقلی کتابوں کے درمیان موازنہ ہمیشہ ناممکن رہا ہے۔

کیونکہ اس کے اور دیگر کتابوں میں زمین و آسمان کی دوری جیسا فرق ہے پس کیا یہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ کی کتاب اور محمدؐ کا انوکھا معجزہ اور انکی رسالت کی تصدیق میں منہ بولتی دلیل نہیں ہے؟ اور بلاشبہ یہ قرآن کریم کا انوکھی بلاغت کا مظہر ہے اور اس کے اعجاز پر بین دلیل ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے منزل کردہ کتاب ہے۔

اخیر میں اس بحث کے اختتام سے پہلے قرآن کریم کے اعجاز کے چند درج ذیل واضح رموز کو بیان کرونگا۔

۱۔ قرآن کریم کی ایسی نادر بلاغت جسکا احاطہ کیا جانا ناممکن ہے کوئی محقق اس کے جملے خصوصیات پر روشنی ڈالنے کی سکت نہیں رکھتا۔ اور یہ کافی ہے کہ قرآن بلاغت اور اس کے رازوں کے مظاہر کو واضح کرنے کے لئے بلاغت وتنقید اور اعجاز کے علوم کو وضع کیا گیا۔ پھر اب دسیوں صدیاں گزر گئیں یہ علوم مقصد کے پہلے حصے ہی میں رہے جب کہ قرآن کریم کی بلاغت اسکا استعارات، کنایات وتشبیہات، امثال حکمت اعجاز اور مجاز کے بارے میں بحث وتحقیق سے کہیں زیادہ وسیع ہے۔

۲۔ قرآن کریم کی جمال ورعنائی اور اس کی ندرت وجدت اور اس کا قلوب واحساسات وجذبات کو چھو لینا۔

۳۔ اسکا (قرآن) انسانی زندگی کے جملہ ادوار کی تصویر کشی کرنے کی عظمت اس کے ماضی وحال و مستقبل کی پیرک تراشی کرنیکی عظمت اور انسانی نفوس کے لئے صلح و جنگ کے بارے میں اور لہو ولعب اور سنجیدگی کے بارے میں' امید اور غم کے بارے اور کفر وایمان کے بارے میں قرآن کی عظیم تصویر گری' اور ایسی شریف ومہذب زندگی کی اعلیٰ قدروں کی تصویر کشی کرنا جس پر انسان عمل پیرا ہوا اور انسانیت اس مامون ماحول میں زندگی بسر کرے۔

۴۔ قرآن کریم کی روح کی بلندی اس طور سے کہ نہ وہ قصے کہانی کی کتاب ہے نہ تفریح طبع کا سامان ہے نہ ادب وحکمت اور فلسفے کی کوئی کتاب ہے اور نہ ہی تاریخ یا س اجتماعیات کی کوئی کتاب ہے۔ بلکہ زندگی کی ثقافت اور اس کے حقائق میں جو کچھ بھی ہے اسکا لب لباب ہے مزید برآن یہ کہا جائے تو درست ہوگا کہ یہ روحانی اجتماعی اور مکمل صحیح وسالم انسانی زندگی گزارنے کا کامل ومکمل طریقہ ہے اور یہ کہیں تو کتنا بہتر ہوگا کہ یہ پوری انسانیت کی کتاب ہے۔

۵۔ عربوں کی زبان وادب اور انکی زندگی اور مسلمانوں و دنیا والوں کی زندگی میں اس کے ادبی نقش کا جلال۔

۶۔ زمان ومکان کی لاکھ تبدیلی کے باوجود اس کا علی حالہ باقی رہنا۔ عوام الناس کا اس کے چیلنج کو قبول نہ کرانا جبکہ اسکا چیلنج برابر ساری انسانیت کے لئے رہا ہے جبکہ دنیا کی تاریخ ایک سے ایک عبقر مفکر ادیب اور بلیغ سے بھری پڑی ہے۔

۷۔ قرآن کے اسلوب کا سہل پسند اور واضح ہونا اور اس کے اندر فنی جمال' قوت وطاقت اور مٹھاس کا پایا جانا۔

۸۔ اس کے معانی وحکمت کی بلندی اس کی دعوت کا جلال اس کی دلیلوں کی سچائی' اس کے فکر کی گہرائی وبالیدگی اور تصویر کشی بلندی۔

۹۔ قرآن کریم کے اعجاز دلیل اس کے مقاصد واغراض کی بلندی میں ہے۔ کے پیغام ومقاصد کی عبقریت میں ہے۔ اور ساری انسانیت کو ایک زندگی کی طرف آواز دینا ہے جس میں امید' سعادت' ونیک بختی کی کرن ہے۔

امن وسلامتی بھلائی وبھائی چارگی کا پیغام ہے' حق وانصاف اور آزادی کا بول بالا ہے اور لوگوں کے درمیان آزادی وبرابری کی آواز اٹھانا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا:

تبارك الذى نزل الفرقان على عبده ليكون للعالمين نذيرا

خط وکتاب کرتے وقت اپنے خریداری نمبر
کا حوالہ ضرور لکھیں

پروفیسر ڈاکٹر نور احمد شاہتاز، کراچی

نبی اکرمؐ بحیثیت حکم وقاضی

فلا و ربك لا یومنون حتی یحکموك فیما شجر بینهم ثم
لا یجدوا فی انفسهم حرجاً مما قضیت ویسلموا تسلیما

''پس اے نبی آپ کے رب کی قسم یہ کبھی مومن نہیں ہو سکتے تاوقتیکہ اپنے باہمی اختلافات میں یہ آپ کو فیصلہ کرنے والا نہ مان لیں۔ پھر جو فیصلہ آپ فرمادیں اس پر اپنے دلوں میں بھی کوئی تنگی محسوس نہ کریں بلکہ سر تسلیم خم کرلیں۔''

مدینہ منورہ میں اسلامی ریاست قائم ہونے کیساتھ ہی مسلمانوں کے باہمی نزاعات نیز ریاست میں وقوع پذیر ہونے والے جرائم کے سلسلہ میں ایک مربوط نظام عدل یا نظام قضاء کی اشد ضرورت تھی، چنانچہ ابتداء میں سرکار دو عالمؐ نے خود منصب قضاء سنبھالا اور اللہ رب العزت نے آپ کی زبردست تائید ونصرت فرمائی متذکرہ بالا آیت طیبہ اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔

اسلام سے قبل یا زمانہ جاہلیت میں یہ رواج تھا کہ تنازعات کا فیصلہ طے کرنے کیلئے فریقین کسی کو اپنا حکم بنا لیتے اور اس کے فیصلہ کا انتظار کرتے، پھر اگر حکم کا فیصلہ فریقین میں سے کسی کیلئے قابل قبول نہ ہوتا تو وہ کسی اور کو حکم بناتا، اگر اس کا فیصلہ بھی منظور نہ ہوتا تو کسی تیسرے شخص کو حکم بنایا جاتا اور یہ سلسلہ اسی طرح چلتا رہتا۔ تا آنکہ فریقین کسی ایسے حکم کی تلاش وجستجو میں رہتے جس کا فیصلہ دونوں کیلئے قابل قبول ہو۔ یوں یہ طریقہ کار عہد رسالت تک جاری رہا۔ (۲) العجلانی کہتے ہیں۔ ''شروع شروع میں لوگ اپنے جھگڑوں کا فیصلہ پنچایت کے طریقہ سے کرتے تھے جو انہوں نے زمانہ جاہلیت ہی سے سیکھ رکھا تھا اور پنچ کا فیصلہ ماننے یا رد کرنے میں وہ آزاد تھے یہاں تک کہ ان میں سے کسی نے اپنا کیس نبی اکرمؐ کی خدمت میں پیش کیا۔ لیکن آپ کے فیصلہ سے راضی نہ ہوا۔ چنانچہ یہ آیت طیبہ نازل ہوئی......فلا و ربك لا یومنون ......الخ'' (۳)

بعض تاریخی روایات بھی اس امر کی مصدق ہیں۔ ثعلبی نے ابن عباس سے، ابن ابی حاتم نے ابوالاسود سے، مرسلاً، نیز بغوی نے کلبی کا قول بواسطہ ابو صالح ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ ایک یہودی سے ایک منافق (بشر) کا کچھ جھگڑا ہو گیا۔ یہودی نے فیصلہ کرانے کیلئے جناب رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر ہونے کی منافق کو دعوت دی اور منافق

نے سردار یہود کعب بن اشرف سے فیصلہ کرانے کیلئے یہودی سے خواہش ظاہر کی ۔ یہودی نے کعب بن اشرف کے پاس جانے سے انکار کیا اور جناب رسول اللہؐ سے فیصلہ کرانے پر اصرار کیا۔ مجبوراً منافق کو بھی نبی اکرمؐ کی طرف آنا پڑا۔ غرض دونوں خدمت گرامی میں حاضر ہوے ۔ حضور اکرمؐ نے فیصلہ یہودی کے حق میں دیا۔ جب دونوں (فریقین) اٹھ کر باہر چلے تو منافق یہودی سے چمٹ گیا اور کہا کہ فیصلہ کیلئے حضرت عمر کے پاس چلو ۔ دونوں حضرت عمر کے پاس پہنچے ۔ یہودی نے بیان کیا کہ ہم دونوں اپنا معاملہ لیکر حضورؐ کے پاس گئے تھے اور آپؐ نے میرے حق میں فیصلہ دیا۔ لیکن یہ اس فیصلہ پر راضی نہیں ۔ حضرت عمر نے منافق سے پوچھا کہ کیا ایسا ہی ہے؟ منافق نے کہا جی ہاں حضرت عمر نے فرمایا ذرا ٹھہرو میں ابھی (اندر جا کر واپس) آتا ہوں چنانچہ آپ گھر میں داخل ہوئے اور تلوار لئے ہوئے برآمد ہوئے پھر فرمایا جو شخص اللہ اور اس کے رسول کے فیصلہ پر راضی نہ ہو میں اس کا فیصلہ اسی طرح کرتا ہوں ۔ (۴)

نبی اکرمؐ کے منصب قضاء سنبھالنے اور تائید الہیٰ آجانے کے بعد زمانہ جاہلیت کا وہ رواج ختم ہو گیا کہ ایک قاضی یا حکم کا فیصلہ منظور نہ ہو تو دوسرے اور تیسرے کے پاس جا کر مقدمہ پیش کیا جائے اور جب تک من مرضی کا فیصلہ نہ ہو حکم بنانے اور حکم نہ ماننے کا سلسلہ جاری رہے چنانچہ اسلامی ریاست کے قیام کیساتھ ہی ریاست کے باشندوں پر لازمی قرار دیا گیا کہ وہ اپنے تنازعات کا فیصلہ بارگاہ نبوی سے کرائیں اور پھر جو فیصلہ اس عدالت عظمیٰ سے صادر ہوا سکے سامنے سر تسلیم خم کریں ۔ نبی اکرم ﷺ نے بامر الہیٰ نظام حدود و تعزیرات کو جاری فرمایا اور اپنی زندگی میں حدود و تعزیرات سے متعلق کئی فیصلے صادر فرمائے ۔ ان تمام فیصلوں کی مکمل تفصیلات اس مضمون میں نہیں سما سکتیں لہذا سر دست ہم صرف چند ایسے فیصلوں کا ذکر کریں گے جن کا تعلق جرائم حدود سے ہے اور دیگر مقدمات کے فیصلوں کا ذکر انشاء اللہ آئندہ کسی نشست میں ہوگا۔

مقدمات زنا

۱۔ موطا امام مالک میں زانی محصن کو عہد رسالت میں رجم کرنے کے سلسلہ میں ایک روایت اس طرح ہے

"حضرت سعید بن مسیب سے مروی ہے کہ اسلم قبیلہ کا ایک شخص حضرت ابوبکر صدیقؓ کے پاس آیا اور اس نے کہا کہ میں نے زنا کیا ہے۔ آپ نے پوچھا کیا تو نے اسکا ذکر میرے علاوہ کسی اور سے بھی کیا ہے؟ اس نے کہا کہ نہیں آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ سے معافی مانگ اور اس واقعہ کا کسی اور سے ذکر نہ کرنا۔ یقیناً اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتے ہیں ۔ مگر اس شخص کو اس کے دل نے چین سے نہ بیٹھنے دیا وہ حضرت عمر کے پاس آیا اور ان سے بھی وہی کچھ کہا جسکا ذکر وہ حضرت ابوبکر سے کر چکا تھا حضرت فاروق اعظم نے بھی حضرت صدیق کیطرح مشورہ دیا لیکن وہ شخص پھر بھی مطمئن نہ ہوا بالآخر وہ رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے بتایا کہ میں نے زنا کیا ہے حضرت سعید فرماتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے اس شخص سے تین بار رخ پھیر لیا لیکن وہ وہی بات دہراتا رہا تا آنکہ رسول اللہؐ نے ایک شخص کو اسکے گھر بھیجا تاکہ معلوم ہو سکے کہ وہ کہیں کسی مرض یا جنون میں مبتلا تو نہیں گھر والوں نے کہا کہ وہ تو بالکل صحت مند ہے پھر نبی اکرمؐ

نے اس سے پوچھا کہ تو شادی شدہ ہے یا کنوارا؟ اس نے کہا کہ وہ شادی شدہ ہے پھر آپ نے اسے سنگسار کرنے کا حکم دیا۔"(۵)

۲۔ زانی محصین کو رجم کی سزا دینے کا ایک واقعہ/صحیح بخاری میں زانی محسن کو رجم کی سزا دئے جانے کا ایک اور واقعہ یوں مذکور ہے۔

"صحیح بخاری میں حضرت جابر سے مروی ہے کہ اسلم قبیلہ کا ایک شخص نبیؐ کے پاس آیا اور اس نے اعتراف زنا کرلیا تو آپ نے پوچھا "ابک جنون؟" کیا تجھے جنون کا مرض لاحق ہے۔ اس نے عرض کیا نہیں۔ آپ نے پھر سوال کیا کہ "تو شادی شدہ ہے؟" اس نے کہا ہاں جب یہ تمام مراحل طے ہو چکے تو آپ نے اسے رجم کرنے کا حکم دیا جب اس پر پتھروں کی بارش ہوئی تو وہ بھاگ کھڑا ہوا مگر اس پر مسلسل پتھر برسائے گئے۔ یہاں تک کہ وہ مر گیا۔

اس موقع پر نبیؐ نے اس کے حق میں کلمہ خیر کہا اور اس کی نماز جنازہ پڑھائی۔ ابن جریج اور یونس نے جو روایت امام زہری سے کی ہے اس میں نماز جنازہ کا ذکر نہیں کیا"(٦)

جبکہ صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ "اس واقعہ سے دو تین دن بعد لوگ ایک جگہ جمع تھے کہ رسول اللہؐ تشریف لائے۔ آپ نے فرمایا کہ ماعز بن مالک کیلئے بخشش کی دعا کرو، صحابہ کرام نے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ ماعز بن مالک کی مغفرت فرمائے۔ آپ نے فرمایا کہ اس نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر اسے ایک جماعت پر تقسیم کر دیا جائے تو یہ اس کیلئے کافی ہوگی۔ سنن ابی داؤد میں ہے کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ اس وقت وہ جنت کی نہروں میں غوطہ زن ہے"(۷)

۳۔ موطا امام مالک میں ایک زانیہ کو حد لگائے جانے کا واقعہ اس طرح مذکور ہے۔ "یعقوب بن زین بن طلحہ کی روایت ہے کہ ان کے والد زید بن طلحہ نے عبداللہ بن ابی ملیکہ سے روایت کی ہے کہ ایک عورت رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کہا کہ وہ زنا سے حاملہ ہے۔ آپ نے فرمایا کہ بچے کی ولادت کے بعد آنا۔ چنانچہ وضع حمل کے بعد وہ پھر آئی۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ "جاؤ" اسے دودھ پلاؤ اور مدت رضاعت پوری کرنے کے بعد آنا، تیسری بار وہ آئی تو آپ نے فرمایا کہ یہ بچہ کسی کی کفالت میں دینا ضروری ہے جب وہ بچے کو کسی کے سپرد کر کے آئی تو آپ نے رجم کا حکم دیا اور اسے رجم کیا گیا۔"(۸)

صحیح مسلم کی روایت میں مندرجہ ذیل کلمات کے اضافہ کیساتھ مذکورہ بالا روایت ہے۔

"یعنی نبی اکرم کے حکم سے اس کے لئے سینے تک گڑھا کھودا گیا۔ اس کے بعد اسے رجم کیا گیا۔ آپ نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی تو حضرت عمر نے عرض کیا کہ آپ ایک زانیہ کی نماز جنازہ پڑھا رہے ہیں؟ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اس نے ایسی سچی توبہ کی ہے کہ اگر اسے مدینہ کے ستر افراد پر تقسیم کر دیا جائے تو ان کی بخشش کیلئے کافی ہو۔ اس سے بہتر توبہ کیا ہو سکتی ہے۔ کہ اس نے اپنے آپ کو خدائے بزرگ و برتر کے حوالہ کر دیا"(۹)

یہ روایت متعدد طرق سے مرسلا مروی ہے، محدثین کرام کے ہاں بھی مشہور ہے۔ ابوداؤد میں عمران بن حصین کی روایت میں ہے کہ یہ عورت جھینہ قبیلہ سے تھی۔ صحیح مسلم کے مطابق یہ غامدیہ قبیلہ سے تھی جو جھینہ قبیلہ کی ایک شاخ کا نام ہے۔

نسائی کی روایت میں ہے کہ نبی اکرمؐ خود بھی اس عورت کے رجم کئے جانے کے وقت حاضر تھے آپ نے چنے کے دانے کے برابر ایک کنکر اس پر پھینکا پھر فرمایا ارموا وایا کم و جھھا اس وقت حضور اپنے خچر پر سوار تھے۔ ''جناب رسول اللہؐ خود بھی رجم کے وقت موجود تھے اور آپ نے بھی پتھر سے اسے مارا جو کہ چنے کے دانے کے برابر تھا آپؐ اسوقت خچر پر سوار تھے اور آپ نے فرمایا خبردار اس کے چہرہ کو بچا کر مارنا''(۱۰)

سنن ابی داؤد میں زکریا بن سلیم کی سند کیساتھ ہے جس میں یہ زائد عبارت موجود ہے کہ آپ نے اسے چنے کے دانے کے برابر کنکری ماری اور فرمایا اسے پتھر مارو لیکن چہرے سے احتراز کرنا۔ پھر جب اس کا جسم ٹھنڈا ہو گیا تو اسے نکال کر آپ نے نماز جنازہ پڑھائی۔(۱۱)

۴۔ موطا امام مالک میں ایک یہودی جوڑے کو رجم کرنے کا واقعہ اس طرح ہے۔ ''نافع عبداللہ بن عمر سے بیان کرتے ہیں کہ چند یہودی نبی اکرمؐ کے پاس آئے اور عرض کیا کہ انکے ہاں ایک مرد اور عورت نے زنا کیا ہے آپ نے پوچھا تورات میں زنا کا کیا حکم ہے؟ انہوں نے کہا کہ ہم انکو ذلیل ورسوا کرتے اور کوڑے لگاتے ہیں۔ اس وقت حضرت عبداللہ بن سلام وہاں موجود تھے انہوں نے کہا تم جھوٹ بول رہے ہو۔ تورات میں زنا کی سزا رجم ہے۔ یہودی تورات لائے اور متعلقہ حصہ پڑھنا شروع کیا لیکن ایک شخص نے آیت رجم پر ہاتھ رکھ دیا۔ حضرت عبداللہ بن سلام نے کہا کہ اپنا ہاتھ اٹھاؤ اس نے ہاتھ اٹھایا تو وہاں آیت رجم موجود تھی۔ اسکے بعد انہوں نے تسلیم کیا کہ زانی کی سزا رجم ہے چنانچہ اس یہودی جوڑے کو آپ کے حکم سے رجم کیا گیا۔ حضرت عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں میں نے دیکھا کہ مرد اس عورت پر جھک کر اسے پتھروں سے بچانے کی کوشش کرتا تھا۔ امام مالک کا قول ہے یجنی علیھا یعنی مرد عورت پر جھکتا تھا تا کہ وہ پتھروں سے محفوظ رہے''۔(۱۲)

سنن ابوداؤد میں بھی روایت قدرے اختلاف کے ساتھ یوں بیان ہوئی ہے۔

حضرت جابر بن عبداللہ سے مروی ہے کہ ''چند یہودی ایک زانی مرد اور عورت کو لیکر آپؐ کے پاس آئے۔ آپؐ نے فرمایا تم اپنے دو سب سے بڑے عالم میرے پاس لاؤ۔ چنانچہ وہ صوریا کے دو بیٹے حضور کے پاس لائے۔ آپ نے انہیں قسم دیکر پوچھا کہ تورات میں زنا کی سزا کیا ہے انہوں نے کہا کہ تورات میں یہ حکم ہے کہ اگر چار آدمی زنا کے وقوع پذیر ہونے کی شہادت اس طرح دیں کہ ہم نے مرد کا آلہ تناسل عورت کی شرمگاہ میں اس طرح دیکھا ہے جس طرح سرمہ دانی میں سلائی ہوتی ہے تو دونوں کو رجم کیا جائیگا۔ آپ نے ان سے پوچھا کہ پھر تم انہیں رجم کیوں نہیں کرتے؟ انہوں نے کہا کہ ہمارا اقتدار ختم ہو گیا اور ہم قتل کو ناپسند کرنے لگے ہیں۔ رسول اللہؐ نے گواہ طلب کئے۔

چار گواہ آئے اور انہوں نے گواہی دی تو حضور نے رجم کا حکم دیا''۔

اور کہا جاتا ہے کہ مجاہد غیر مقبول الحدیث ہیں، نبی اکرمؐ نے اس جوڑے کو یہود کی شہادت کے بغیر رجم کیا تھا یا تو وحی کی بناء پر یا دو مسلمانوں کی گواہی کی بنا پر یا ان دونوں ملزموں کے اقرار جرم کی بناء پر (۱۳)

۵۔ موطا امام مالک میں ایک زانی وزانیہ کو حد لگائے جانے کا ذکر اس طرح کیا ہے۔''ابو ہریرۃ اور زین بن خالد الجھنی سے روایت ہے کہ دو آدمی اپنا جھگڑا آنخضرتؐ کی خدمت میں لائے۔ ایک نے کہا اے خدا کے رسول ہمارے مابین کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ کیجئے، دوسرے نے جو سمجھدار تھا کہا ہاں یا رسول اللہ کتاب اللہ کے مطابق ہمارے درمیان فیصلہ فرمائیے اور مجھے اصل واقعہ پیش کرنے کی اجازت دیجئے۔ نبی اکرمؐ نے اس شخص سے فرمایا کہ بات کرو، اس نے عرض کیا کہ میرا بیٹا اس شخص کے ہاں ملازم تھا اس نے اسکی بیوی سے زنا کیا اس شخص نے مجھے کہا کہ میرے بیٹے کو رجم کیا جائیگا۔ میں نے بطور فدیہ سو بکریاں اور ایک لونڈی پیش کی لیکن میں نے اہل علم سے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ تیرے بیٹے کو ایک سو کوڑے اور ایک سال کی جلاوطنی کی سزا ملے گی۔ اور عورت کو رجم کیا جائیگا۔ نبی اکرمؐ نے فرمایا خدا کی قسم میں تمھارے درمیان اللہ کے حکم کے مطابق فیصلہ کرونگا۔ سنو! تیری لونڈی اور بکریاں تجھے واپس کی جائیں گی اور تیرے بیٹے کو سو کوڑے اور ایک سال کی جلاوطنی کی سزا ہوگی۔ آپ نے انیس اسلمی کو دوسرے شخص کی بیوی کے پاس بھیجا کہ اگر وہ اعتراف جرم کرلے تو اسے رجم کیا جائے چنانچہ اسکے اعتراف پر اسے رجم کیا گیا''(۱۴)

۶۔ موطا امام مالک ہی میں ایک روایت ایک زانی کو کوڑوں کے سزا دئے جانے کے بارے میں اس طرح ہے۔ ''زید بن اسلم سے مروی ہے کہ رسول اللہؐ کے مبارک دور میں ایک شخص نے زنا کا اعتراف کیا۔ آپ نے اس کیلئے کوڑا منگوایا۔ چنانچہ ایک ٹوٹا ہوا کوڑا آپ کو پیش کیا گیا آپ نے فرمایا اس سے مضبوط لاؤ، اسی وقت بالکل ایک نیا کوڑا لایا گیا جس کی اطراف ابھی تک گھسی نہیں تھیں۔ حضور نے فرمایا اس سے کم تر درجہ کا کوڑا لیکر آؤ پھر ایک ایسا کوڑا لایا گیا جس میں پیوند لگے ہوئے تھے۔ اور وہ نرم تھا۔ تب اس شخص کو آپکے حکم سے کوڑے لگائے گئے۔ اس موقع پر رسول اللہؐ نے فرمایا۔ اے لوگو! وقت آگیا ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی حدود سے باز رہو۔ اگر کوئی شخص اس گندگی میں ملوث ہو جائے تو وہ اپنی اس برائی کی پردہ پوشی کرے جیسا کہ اللہ نے اسکی پردہ پوشی کی اور جو شخص اپنے آپکو ہمارے حوالے کردیگا اسے اللہ کی کتاب کیمطابق سزا دی جائیگی۔(۱۵)

۷۔ سنن بیہقی اور دار قطنی کی ایک روایت زانی کو کوڑا لگانے کی اسطرح ہے۔

''سہل بن سعد سے روایت ہے کہ رسول اللہ کے دور میں ایک لونڈی زنا سے حاملہ ہوگئی۔ اس سے پوچھا گیا کہ کس نے تمھیں حاملہ کیا؟ اس نے کہا ایک معذور شخص نے' اس معذور شخص سے پوچھا گیا تو اس نے اعتراف جرم کرلیا، حضور نے فرمایا کہ وہ تو اتنا کمزور ہے کہ کوڑوں کا متحمل نہیں ہوسکتا پھر آپ نے اسے کھجور کے ایسے گچھے سے مارنے کا حکم دیا جس میں تقریباً سو شاخیں ہوں''(۱۶)

مقدمات قذف

سنن نسائی میں حد قذف نافذ کیے جانے کا ذکر ملتا ہے روایت حسب ذیل ہے۔

''ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جب میری براءت نازل ہوئی تو نبیؐ منبر پر چڑھے اور آپ نے متعلقہ آیات کی تلاوت کی۔ پھر آپ منبر سے اترے اور دو مردوں اور ایک عورت کو قذف کی سزا کا حکم دیا۔ چنانچہ ان پر حد لگائی گئی'' (۱۷)

مقدمات سرقہ (چوری)

۱۔ اسلام میں سب سے پہلے جس شخص پر حد سرقہ جاری کی گئی وہ خیار بن عدی بن نوفل بن عبد مناف ہے اور عورتوں میں جس پر حد جاری ہوئی وہ بنو مخزوم کی ایک عورت مرۃ بنت سفیان بن عبد الاسد ہے۔

قرطبی کہتے ہیں کہ اسلام میں مردوں میں سب سے پہلے جسکا ہاتھ کاٹا گیا وہ خیار بن عدی بن نوفل بن عبد مناف تھا اور عورتوں میں سب سے پہلے جسکا ہاتھ کاٹا گیا وہ مرۃ بنت سفیان بن عبد الاسد ہے۔ جن کا تعلق بنی مخزوم سے تھا۔(۱۸) ''نافع نے ابن عمر سے روایت کی کہ نبی اکرم نے ایک ڈھال کی چوری کی سزا میں جس کی قیمت تین درھم تھی ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا''(۱۹)

۲۔ موطا امام مالک مین نفاذ حد سرقہ کے سلسلہ میں ایک نظیر اس طرح ملتی ہے۔

''عبداللہ بن صفوان بیان کرتے ہیں کہ صفوان بن امیہ کو حضور کے اس ارشاد کا علم ہوا کہ جس نے ہجرت نہ کی وہ ہلاک ہوا تو وہ ہجرت کر کے مدینہ طیبہ آئے اور اپنی چادر سر کے نیچے رکھ کر مسجد میں سو گئے۔ اسی اثناء میں ایک چور مسجد میں داخل ہوا اور اس نے چادر اپنے قبضے میں لے لی۔ حضرت صفوان نے اسے پکڑ لیا اور نبی اکرمؐ کی خدمت میں لے آئے۔ حضور نے پورا واقعہ سننے کے بعد اس کا ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا۔ صفوان نے کہا کہ یا رسول اللہؐ میرا ہرگز یہ ارادہ نہ تھا میں اسے معاف کرتا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا میرے پاس آنے سے قبل تم نے اسے کیوں معاف نہ کر دیا''(۲۰)

۳۔ بخاری و مسلم میں حد سرقہ کے سلسلہ میں ایک روایت حسب ذیل ہے۔

''بنو مخزوم کی ایک خاتون کے معاملہ نے سنگینی اختیار کر لی جس نے چوری کا ارتکاب کیا تھا اس پر قریش پریشان ہوئے اور باہم مشورہ سے حضرت اسامہ کو نبی اکرمؐ کے پاس بھیجنے کا فیصلہ کیا کیونکہ حضور کو ان سے بڑی محبت تھی اور وہی اس طرح کی بات کرنے کی جراءت کر سکتے تھے۔ چنانچہ اسامہ نے آپ سے بات کی اس پر نبی اکرمؐ نے فرمایا کیا تو حدود الٰہیہ کے بارے میں سفارش کرتا ہے۔ یہ سن کر حضرت اسامہ نے عرض کی یا رسول اللہ میرے لئے اللہ سے مغفرت کی دعاء کیجئے۔ عشاء کے وقت نبی اکرمؐ منبر پر چڑھے اور خطبہ ارشاد فرمایا، آپ نے اللہ تعالیٰ کی اس کی شان کے مطابق تعریف کی اور فرمایا امابعد! تم سے پہلے بہت سے لوگ محض اس وجہ سے ہلاک ہو چکے ہیں کہ جب ان میں سے کوئی با اثر آدمی چوری کرتا تو اسے چھوڑ دیا جاتا۔ لیکن جب یہی جرم کمزوروں سے سرزد ہوتا تو ان پر حد قائم کی جاتی۔

قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ اگر فاطمہ بنت محمد بھی چوری کرتی تو میں اسکا بھی ہاتھ کاٹ دیتا۔ اس کے بعد آپ نے حکم دیا اور اس مخزومی عورت کا ہاتھ کاٹ دیا گیا''۔(۲۱)

۴۔ مصنف عبدالرزاق میں ایک غلام کو حد سرقہ لگائے جانے کا بیان اس طرح ہے۔

''(نبی اکرمؐ کی خدمت میں ایک غلام لایا گیا جس نے چوری کی تھی وہ چار مرتبہ لایا گیا اور آپ نے ہر بار اُسے چھوڑ دیا۔ جب پانچویں بار اس جرم میں اسے پیش کیا گیا تو اس کا ایک ہاتھ کاٹ دیا گیا۔ چھٹی بار پھر اس نے چوری کی تو اسکا پاؤں کاٹ دیا گیا۔ ساتویں بار اس جرم کی پاداش میں اسکا دوسرا ہاتھ اور آٹھویں بار اس کا دوسرا پاؤں کاٹ دیا گیا)(۲۲)

۵۔ عادی چور کو سزا دیئے جانے کے بارے میں ایک روایت اس طرح ہے۔

''نبی اکرمؐ کے پاس ایک چور لایا گیا۔ آپ نے فرمایا اسے قتل کردو، صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ اس نے صرف چوری کی ہے تو آپ نے اسکا ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا۔ اسکے بعد ایک اور چور چوری کے جرم میں آپ کی خدمت میں لایا گیا آپ نے فرمایا اسے قتل کردو، صحابہ نے وضاحت کی کہ اس نے صرف چوری کی ہے۔ آپ نے قطع ید کا حکم دیا۔ چنانچہ عادی چور ہونے کی بناء پر اس کے چاروں ہاتھ اور پاؤں کاٹ دیئے گئے۔ اس کے بعد اسی شخص نے اپنے منہ کے ذریعہ چوری کی اور پکڑا گیا اسے حضرت ابوبکر کے سامنے پیش کیا گیا تو آپ نے اس کے قتل کا حکم دیا''(۲۳)

۶۔ دار قطنی میں ایک روایت بچے چرانے (اغوا کرنے والے) شخص پر حد جاری کرنے کے بارے میں یوں مذکور ہے۔--- ''مروان بن حکم جب مدینہ کا گورنر تھا تو اسکے پاس ایک شخص لایا گیا جو بچوں کو اغواء کر کے انہیں کسی دور دراز علاقہ میں فروخت کرتا تھا۔ مروان نے ممتاز فقہاء اور علماء مدینہ سے مشورہ کیا تو حضرت عروہ بن زبیر نے حضرت عائشہ کے حوالہ سے بیان کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص لایا گیا جو بچے اغوا کر کے کسی دور دراز مقام پر لے جا کر فروخت کیا کرتا تھا۔ آپ نے اسکا ہاتھ کاٹا، چنانچہ مروان نے بھی آپکے فیصلے کی روشنی میں اس شخص کا ہاتھ کاٹ دیا''۔(۲۴)

مقدمات حرابہ (ڈاکیتی)

حضرت انس بن مالک کی بیان کردہ روایت سے عہد رسالت میں نفاذ حد حرابہ کا پتہ) چلتا ہے روایت کے الفاظ صحیح مسلم میں یوں ہیں۔ ''حضرت انس بن مالک بیان کرتے ہیں کہ عرینہ کے کچھ لوگ نبی اکرمؐ کے پاس آئے ۔انہیں مدینہ کی آب وہوا راس نہ آئی۔ رسول اللہؐ نے ان سے فرمایا کہ اگر تم چاہو تو صدقہ کے اونٹوں کے باڑے میں جارہو اور انکا دودھ اور پیشاب پیو، انہوں نے اسی طرح کیا اور تندرست ہوگئے پھر انہوں نے اونٹوں کے چرواہوں پر حملہ کردیا اور انکو قتل کردیا اور دین اسلام سے مرتد ہو کر رسول اللہؐ کے اونٹوں کو بھگا کر لے گئے۔ نبی اکرمؐ کو اطلاع ہوئی تو آپ نے ان کے تعاقب میں لوگوں کو بھیجا۔ چنانچہ وہ پکڑ کر لائے گئے، آپ نے انکے ہاتھ اور پاؤں کٹوا دیئے اور

انکی آنکھوں میں گرم سلائیاں پھروادیں اور انکو تپتے ہوئے میدان میں چھوڑ دیا یہاں تک کہ وہ مر گئے''۔(۲۵)

مقدمات شرب خمر (مے نوشی)

۱۔ عہد رسالت میں مے نوشی کو حد لگائے جانے کے واقعات ملتے ہیں۔ ذیل میں چند واقعات بطور نظیر پیش کیئے جاتے ہیں۔ ''انس بن مالک سے روایت ہے کہ حضورؐ کے پاس ایک ایسے شخص کو لایا گیا جس نے شراب پی رکھی تھی۔ چنانچہ آپ نے دو چھڑیوں سے اسے چالیس بار مارا، حضرت ابو بکر نے بھی اپنے دور میں ایسی ہی سزا دی۔ جب حضرت عمر کا دور آیا تو آپ نے لوگوں سے مشورہ کیا۔ حضرت عبدالرحمٰن نے کہا کہ کم از کم مقدار اسی (۸۰) کوڑے ہے چنانچہ حضرت عمرؓ نے اسی کو قائم اور مقرر فرمایا۔''(۲۶)

۲۔ ایک اور روایت نفاذ حد شرب خمر کے سلسلہ میں یوں ہے۔

''حضرت انس بن مالک سے مروی ہے کہ نبی اکرمؐ نے شرابی کو چھڑیوں اور جوتوں سے مارا، پھر حضرت ابو بکرؓ کے دور میں چالیس کوڑے لگائے جاتے۔ حضرت عمر نے اپنے دور میں مشورہ کیا کہ مے نوشی کی سزا کیا ہونی چاہیے۔ حضرت عبدالرحمٰن نے کہا حدود کی کم از کم مقدار کے برابر مقرر کیجئے۔ چنانچہ آپ نے اسی (۸۰) کوڑے مقرر کیئے۔''(۲۷)

۳۔ مصنف عبدالرزاق کی روایت کے مطابق نبی اکرمؐ نے اسی کوڑے حد شرب خمر جاری فرمائی۔ عن الحسن ان النبی ﷺ ضرب فی الخمر ثمانین۔ (۲۸)''حسن بصری روایت کرتے ہیں کہ نبی نے شراب نوشی پر اسی (۸۰) کوڑے مارے''۔

۴۔ کتاب الآثار میں امام محمد نے ایک شرابی کا حد شرب خمر لگائے جانے کا واقعہ یوں لکھا ہے۔

''عبدالکریم بن ابی المخارق بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرمؐ کے پاس ایک مخمور شخص لایا گیا، آپ نے صحابہ کو حکم دیا کہ اسے جوتوں سے ماریں، اس وقت وہ چالیس تھے ہر شخص نے اس مخمور کو دو دو جوتے مارے''۔(۲۹)

۵۔ امام بخاری نے ایک روایت نفاذ حد شرب خمر سے متعلق یوں بیان کی ہے:

''عبداللہ بن ابی ملیکہ نے عقبہ بن حراث سے روایت کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں نعیمان یا نعیمان کے بیٹے کو نشہ کی حالت میں لایا گیا۔ یہ بات آپ پر گراں گزری اور جو لوگ اس وقت گھر میں تھے انہیں آپ نے حکم فرمایا کہ اسے ماریں۔ چنانچہ لوگوں نے اسے چھڑیوں سے اور جوتوں سے مارا اور میں بھی مارنے والوں میں شامل تھا''۔(۳۰)

۶۔ حضرت ابو ہریرۃ کے حوالے سے بخاری کی ایک روایت نفاذ حد شرب خمر کے بارے میں یوں ہے۔

''حضرت ابو ہریرۃؓ سے مروی ہے کہ نبی اکرمؐ کی خدمت میں ایک شخص کو لایا گیا جس نے شراب پی تھی۔ آپ نے فرمایا کہ اسکی پٹائی کرو۔ حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ ہم میں سے کوئی اسے اپنے ہاتھ سے مارتا تھا کوئی اپنے

جوتے سے اور کوئی کپڑے سے اسے مارتا تھا۔ جب وہ واپس جانے لگا تو کسی نے کہا اللہ نے تجھے ذلیل کیا، حضور نے فرمایا کہ ایسا نہ کہو اور اس پر شیطان کی مدد نہ کرو" (۳۱)

۷۔ مے خوار کو کوڑے لگانے کا ایک واقعہ صحیح بخاری میں حضرت عمر بن خطاب کے حوالہ سے یوں مروی ہے۔

"حضرت عمر بن خطاب سے مروی ہے کہ ایک شخص کو نبی اکرمؐ کے دور میں آپ کے پاس لایا گیا جس کا نام عبداللہ اور لقب حمار تھا۔ یہ نبیؐ کو ہنسایا کرتا تھا۔ اسے حضور نے کوڑے لگوائے کیونکہ اس نے ایک روز شراب پی۔ چنانچہ آپ نے اسے کوڑے لگانے کا حکم دیا جب کوڑے لگائے گئے تو ایک شخص نے کہا اے اللہ لعنت، اسے کتنی دفعہ لایا گیا مگر نبی اکرمؐ نے فرمایا اس پر لعنت نہ کرو میں تو یہ جانتا ہوں کہ یہ اللہ اور اسکے رسول سے محبت رکھتا ہے"۔ (۳۲)

نبی اکرمؐ خود تو مدینہ طیبہ میں مقدمات کی سماعت فرماتے اور دیگر اطراف و اکناف وریاست اسلامی میں آپ نے قاضی مقرر فرمائے جو ابتدائی سماعت کیا کرتے اور ضرورت محسوس ہوتی تو مقدمات کو مدینہ کی عدالت عظمیٰ میں منتقل کر دیتے۔ مدینہ منورہ میں بھی آپ نے بعض صحابہ کو قاضی و حکم مقرر فرمایا ذیل میں چند معروف قاضیوں کے اسماء گرامی پیش کئے جاتے ہیں۔

عہد رسالت کے قاضی

۱۔ حضرت علی
۲۔ حضرت معاذ بن جبل
۳۔ حضرت العلاء بن الحضرمی
۴۔ حضرت معقل بن یسار
۵۔ حضرت عمرو بن العاص
۶۔ حضرت عقبہ بن عامر
۷۔ حضرت حذیفہ بن یمان
۸۔ حضرت عتاب بن اسید
۹۔ حضرت دحیہ کلبی
۱۰۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری
۱۱۔ حضرت عمر بن الخطاب
۱۲۔ حضرت ابی بن کعب
۱۳۔ حضرت زید بن ثابت
۱۴۔ حضرت عبداللہ بن مسعود

مندرجہ بالا روایات کی روشنی میں یہ بات واضح ہوئی کہ وہ نبی رحمت جو رحمۃ للعالمین بن کر آئے تھے۔ کسی پر ظلم ہوتا دیکھتے تو رب ذوالجلال کی شان جلالت کا مظہر بن جاتے اور کسی ایسے شخص کیساتھ نرمی نہ برتتے جس نے حدود اللہ سے تجاوز کیا ہوتا۔ آپ کی یہ سختی مظلوم کے حق میں رحمت ثابت ہوتی کہ اسے انصاف مل جاتا۔ تاریخ نے نبی اکرمؐ جیسا حکم، مہربان، عادل اور انصاف پسند حکم اور قاضی شاید ہی کہیں دکھا ہو۔

﴿ حواشی ﴾

۱۔ القرآن، النساء، ۶۵
۲۔ محمد شہیر ارسلان، القضاء والقضاۃ، ص ۲۰۔
۳۔ منیر الجلانی، عبقریۃ الاسلام فی عہد الحکم، (دمشق، جامعۃ دمشق، سند ندارد) ص ۳۳۷-۴۔
۴۔ ثناء اللہ پانی پتی، تفسیر مظہری، (کوئٹہ بلوچستان بک ڈپو، ۱۴۰۶ھ/۱۹۸۶) ج ۳ ص ۱۵۳، (سورۃ النساء آیت نمبر ۶۴)
۵۔ مالک بن انس بن مالک، موطا الامام مالک، ج ۲ ص ۱۶۵ کتاب الحدود باب فی الرجم۔

۶۔ بخاری، الصحیح البخاری، کتاب الحدود، باب الرجم بالمصلی، ۷۔ مسلم، صحیح المسلم، کتاب ۲۹ حدیث ۸۲۴۔
۸۔ مالک بن انس بن مالک موطا الامام مالک، کتاب الحدود باب فی الرجم، ص ۱۶۶ نیز مسلم، کتاب ۲۹ حدیث ۲۴۔
وابوداؤد، سنن ابی داؤد، کتاب ۳۷، باب ۲۴ ترمذی، سنن الترمذی، کتاب ۱۵، باب ۹۔
۹۔ مسلم، صحیح مسلم، ج ۳، ص ۳۲۳ (کتاب الحدود، باب من اعترف علی نفسہ بالزنا)
۱۰۔ نسائی، ابوعبدالرحمان، احمد بن اشعث، سنن نسائی، (کراچی، نور محمد کارخانہ تجارت وکتب، سنن ندارد)
ج ۴، ص ۶۳، کتاب الجائز، باب الصلوۃ علی المرجوم ۱۱۔ ابوداؤد سجستانی، سنن ابوداؤد، ج ۴، ص ۵۲۔
۱۲۔ مالک بن انس بن مالک، موطا امام مالک، ج ۲، ص ۱۶۵، کتاب الحدود، باب ماجاء فی الرجم، نیز،
الشیبانی، محمد بن حسن، موطا امام محمد (لاہور، مسلم اکادمی، محمد نگر ۱۴۰۶ھ، نومبر ۱۹۸۵ء) ص ۳۶۹، حدیث ۶۹۱
۱۳۔ ابوداؤد، سنن ابوداؤد، ج ۳، ص ۱۵۶، کتاب الحدود، باب رجم الیہودین۔
۱۴۔ مالک بن انس بن مالک، موطا امام مالک، ج ۲، ص ۱۶۷، کتاب الحدود باب ماجاء فی الرجم۔
۱۵۔ ایضاً ص ۱۶۹، کتاب الحدود باب ماجاء فیمن اعترف علی نفسہ بالزنا
۱۶۔ البیہقی، السنن الکبری للبیہقی، ج ۸، ص ۲۳، کتاب الحدود، باب الضریر فی خلقہ لا من مرض تصیب الحد
۱۷۔ نسائی، السنن للنسائی ۱۸۔ قرطبی، ج ۶ ص ۱۶، نیز جواد علی، اول من قطع......
۱۹۔ مالک بن انس بن مالک، موطا امام مالک، ج ۲، ص ۱۷۴، کتاب الحدود باب مایجب فیه انقطع، نیز موطا امام محمد، ص ۳۶۳، حدیث ۶۸۳۔ ۲۰۔ ایضاً کتاب الحدود باب ترک الشفاعۃ للسارق اذا بلغ السلطان، نیز، ابوداؤد، ج ۴، ص ۳۶۲، حدیث ۶۸۲۔
وموطا امام محمد، ص ۳۶۲، حدیث ۶۸۲، و بخاری، ج ۳، ص ۶۵۵
۲۱۔ بخاری، صحیح بخاری کتاب الحدود، باب کراھیۃ الشفاعۃ فی الحدود اذا رفع الی السلطان، وصحیح مسلم ج ۳ ص ۱۳۱۵ کتاب الحدود۔ قطع السارق الشریف وغیرہ والنھی عن الشفاعۃ فی الحدود، وابوداؤد، وابوداؤد کتاب ۳۷، باب ۱۶، ونسائی کتاب ۴۶، باب ۵۔۶، ومسند احمد بن حنبل، ج ۲، ص ۱۵۱۔ ۲۲۔ عبدالرزاق، المصنف، ج ۱، ص ۱۸۸، حدیث ۱۸۷۷۳۔
۲۳۔ ابوداؤد، کتاب المراسیل (کراچی، نور محمد کارخانہ تجارت کتب، سن ندارد) ص ۲۷۔ نیز البیہقی، ابوبکر احمد بن الحسین بن علی، السنن الکبریٰ، (بیروت، لبنان، دارالفکر سن ندارد)، ج ۸، ص ۲۷۳، والنسائی، سنن النسائی، ج ۸، ص ۸۹ و حاکم، ابوعبداللہ، نیشاپوری، المستدرک (مکتبۃ المکرمۃ، دارالباز للنشر، سن ندارد) ج ۴، ص ۳و۴
۲۴۔ دارقطنی، ابوالحسن علی بن عمر، سنن الدارقطنی (دہلی، مطبعہ فاروق، سن ندارد) ج ۲، ص ۳۷۳
۲۵۔ امام مسلم، صحیح مسلم، کتاب القسامۃ والمحاربین، باب ۵۴۵، حدیث ۴۲۴
۲۶۔ صحیح مسلم، کتاب الحدود، باب ۵۵۸، حدیث ۴۳۳۸ ۲۷۔ صحیح مسلم، کتاب الحدود، باب ۵۵۸، حدیث ۴۳۴
۲۸۔ عبدالرزاق، مصنف، کتاب الحدود ۲۹۔ امام محمد بن حسن الشیبانی، کتاب الآثار، ص ۱۳۷
۳۰ بخاری، صحیح البخاری، کتاب الحدود، باب ۹۵۲، حدیث ۱۶۷۹، ۳۱۔ ایضاً حدیث ۱۶۸۱
۳۲۔ ایضاً باب ۹۵۳، حدیث ۱۶۸۴، ۳۳۔ اعظمی، محمد ضیاالرحمان، اقضیۃ الرسول، ص ۳۵۔۴۷

فہمی ہویدی، مصر

عرب افغانوں پر کیا گزر رہی ہے؟

مجھے معلوم ہے کہ ''عرب افغان'' کی حمایت میں کچھ لکھنا ایک مہم جوئی سے کم نہیں یہ اصطلاح اب دہشت گردی اور قتل و غارت گری کے ہم معنی ہو چکی ہے لیکن ''عرب افغان'' کی حمایت میں لکھنے کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ میں انسانیت کے ناتے ان کی حمایت کرنا چاہ رہا ہوں ان کے افکار و نظریات اور اعمال کی نہیں۔ وہ خواہ کتنی ہی سرکشی کر لیں لیکن وہ ہم میں سے ہی ہیں وہ انسان ہیں، ہماری طرح کے انسان، ان کے بھی کچھ حقوق ہیں، ان کو بھی عزت سے جینے کا حق ہے، وہ ہمارے شہری ہیں بلکہ یہ کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ وہ ہماری ہی اولاد ہیں۔ انہیں چاہے عاق کر دیا جائے لیکن بچے والدین کو پیارے ہی ہوتے ہیں۔ والدین تو اپنی اولاد کو جہنم میں نہیں جھونکتے۔ ہم ان سے لاتعلق کیسے رہ سکتے ہیں۔

مجھے نہیں معلوم کہ اب ان کی تعداد کتنی ہے، ہاں اتنا ضرور پتہ ہے کہ ۸۰ء اور ۹۰ء کی دہائی میں ۱۰ ہزار کے لگ بھگ افراد نے پاکستان کا ویزا حاصل کر کے پاک، افغان سرحد عبور کی تھی یہ اعداد و شمار پاکستان کے سرکاری اداروں کے جاری کردہ ہیں۔ یہ لوگ جہاد میں شرکت کرنے آئے یا امدادی کاموں میں البتہ اس سے لگ بھگ تعداد میں پاکستان کا سفارتخانوں نے ویزے جاری کئے تھے۔

ان لوگوں سے جو جرائم منسوب کئے جا رہے ہیں ان کے صحیح یا غلط ہونے کی بحث میں پڑے بغیر میں یہ پرزور مطالبہ کرتا ہوں کہ ہمارا ان لوگوں سے انسانی، اسلامی، وطنی اور قومی رشتہ ہے۔ یہ کہاں کا انصاف ہے کہ ان لوگوں کو وحشیانہ طریقوں سے قتل کیا جائے ان کی عزتیں پامال کی جائیں، ان کو جیلوں میں بند کر کے بہیمانہ تشدد کا نشانہ بنایا جائے محض اس لئے کہ ان کا کوئی والی وارث نہیں اور ان کو گھروں سے نکالا گیا ہے۔ ''اتحادیوں'' کے ہتھے چڑھنے کے بعد ان کے ساتھ یہ سلوک کیا جائے اور ہم خاموش تماشائی بنے یا ان سے اپنا منہ موڑ لیں یا ان کو مورد الزام ٹھہرا کر کڑی سے کڑی سزاؤں کا مطالبہ کریں۔ یہ ہمارے لئے انتہائی خفت آمیز اور گھٹیا مقام ہے۔ ہمیں چاہیے کہ ہم ان کے ساتھ اپنے اختلافات سے بالاتر ہو کر جنگی قیدیوں کے حوالے سے عالمی قوانین پر عملدرآمد کا مطالبہ کریں اور انہیں مقدمات کے لئے عالمی عدالتوں میں پیش کریں۔ ان کے ساتھ ہونے والے وحشیانہ سلوک کی پرزور مذمت اور اس پر صدائے احتجاج بلند کریں۔

عالمی ٹی وی چینلز اور پرنٹ میڈیا پر ان کی تصاویر نے ہمارے رونگٹے کھڑے کر دیئے ہیں۔ شمالی اتحاد کے زیر حراست عرب افغانوں کے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔ مردہ لاشوں کی بے حرمتی، وحشیانہ تشدد کھلے عام ٹی وی چینلز پر دکھایا جا رہا ہے۔ ایک عرب افغان کو گرفتار کرنے کے بعد ایک شقی القلب نے اسکے منہ پر لوہے کی سلاخ سے کئی وار کئے تاکہ اس کا سونے کا دانت نکال سکے۔ ایک عرب افغان کی لاش کو ٹھوکریں مارنے کی تصویر بھی اخباروں کی زینت بنی ہے۔

افغانستان میں عربوں کے حقوق کی کھلی پامالی ہو رہی ہے تو دوسری طرف خبر رساں ایجنسی رائٹرز نے نیوزی لینڈ سے یہ خبر نقل کی ہے کہ ایک بلی غلطی سے جنوبی کوریا جانے والے ایک بحری بیڑے میں سوار ہو گئی ہے جسے واپس کرنے کیلئے نیوزی لینڈ کے سرکاری ادارے سرتوڑ کوشش کر رہے ہیں۔ وہ دیگر ممالک سے نیوزی لینڈ آنے والے بحری بیڑوں اور ان کے ممالک سے رابطے کر رہے ہیں تاکہ بلی کو واپس کیا جائے۔ یہ ساری کوششیں اس مقصد کیلئے ہو رہی ہیں کہ بلی غیر قانونی طور پر کوریا جا رہی ہے۔ کوریا میں اسے قرنطینہ میں رکھا جائے گا جہاں رہنے سے بلی کی نفسیات پر برا اثر پڑے گا! .... ایک اور خبر فرانس کی خبر رساں ایجنسی نے امریکہ سے بھیجی ہے جس میں بتایا گیا کہ جانوروں کے حقوق کے علمبردار کابل کے چڑیا گھر کے لئے چندہ جمع کر رہے ہیں۔ کابل کے چڑیا گھر کو جنگ سے شدید نقصان پہنچا ہے وہاں کے باقی ماندہ جانوروں کی بہتری کے لئے امریکہ سے دس ہزار جبکہ دنیا کے دوسرے چڑیا گھروں سے ۲۰ ہزار ڈالر چندے کی ضرورت ہے۔ ایک دلچسپ اور حیرتناک خبر اسی دن کے اخبار میں یہ چھپی کہ اقوام متحدہ نے افغانستان میں لڑنے والے غیر افغانیوں کی ذمہ داری قبول کرنے سے انکار کر دیا ہے۔ اقوام متحدہ نے کہا کہ ہمارے پاس ان کی ذمہ داری سنبھالنے کیلئے ذرائع کی کمی ہے۔ ان قیدیوں کی بحالی کیلئے مضبوط اقتصادی ڈھانچہ اور دیگر سہولتوں کی ضرورت ہے اور یہ چیز اقوام متحدہ اس وقت فراہم نہیں کر سکتی۔ ...... ان خبروں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کابل کے چڑیا گھر کیلئے لوگوں کے دلوں میں ہمدردیاں موجود ہیں لیکن ہمارے ان عرب افغان بھائیوں کیلئے کسی کے دل میں کوئی ہمدردی نہیں ہے یہی وجہ ہے کہ انتہائی سفاکی کے ساتھ شمالی اتحاد کے کمانڈروں نے واشگاف الفاظ میں کہا کہ ہم تمام عربوں، شیشانیوں، پاکستانیوں کو قتل کر دیں گے اور آج یہی کچھ ہو رہا ہے اور کسی کے کان پر جوں تک نہیں رینگتی۔

قلعہ جنگی میں بھی جو کچھ ہوا وہ سب کے سامنے ہے۔ خبر رساں ایجنسیوں کے مطابق عرب اور پاکستانی افغانیوں کو جنگی قیدی بنا کر مزار شریف کے قریب قلعہ جنگی کے تہہ خانوں میں قید کیا گیا۔ تین دن کے بعد یہ خبر آئی کہ وہاں بغاوت ہوئی اور ۴۵۰ غیر افغان باغیوں کو قتل کر دیا گیا، جن میں سے کسی نے بھی خود کو "فاتحین" کے حوالے نہیں کیا تھا۔ ٹائمز کے مطابق قلعہ میں ۸۰۰ افراد قید تھے جن میں ۲۵۰ عرب تھے۔ اخبار کا کہنا ہے کہ وہاں کا قتل عام دیکھ کر قبل از تہذیب کا دور سامنے آ گیا۔ امریکی انٹیلی جنس نے ہی اس بغاوت کو ہوا دی تھی۔ اس انسانیت سوز جرم پر حقوق انسانی کی تمام تنظیموں نے خاموشی اختیار کر رکھی ہے جبکہ اس واقعے نے کئی اہم سوالوں کو جواب طلب بنا دیا ہے۔ قلعہ جنگی میں

نے والا قتل عام کیا واقعی بغاوت کا نتیجہ تھا یا اس کے پیچھے امریکہ کے انتقام کی پیاس تھی۔ قلعہ جنگی کے واقعات عالمی میڈیا پر آئے ہیں لیکن اس کے علاوہ اور بھی کتنے انسانیت سوز جرائم عرب افغانوں کے خلاف ہو رہے ہیں۔ اور کسی کو ان کی ہوا بھی نہیں لگتی۔

ٹائمز نے قلعہ جنگی کے واقعات کے عینی شاہد کی باتیں نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ۲۵ نومبر بروز اتوار امریکی انٹیلی جنس کے دو اہلکار قیدیوں سے تفتیش کرنے آئے۔ ان دونوں نے قیدیوں کو سرکشی پر اکسایا اور ان کے قتل کی دھمکی دیتے رہے۔ قیدی جو ایک دن پہلے خود کو حوالے کر چکے تھے کہ یہ تصور دیا جا رہا تھا کہ اب تم زندہ سلامت نہیں رہو گے۔

انٹیلی جنس کے ایک اہلکار کا نام مائیکل اسپان تھا۔ اس نے ایک عرب قیدی سے انتہائی گھٹیا اور تمسخرانہ لہجے میں پوچھا کہ تم افغانستان میں کیا کرنے آتے ہو؟ قیدی نے جواب دیا تمہیں قتل کرنے' یہ سننا تھا کہ انٹیلی جنس کے اہلکار نے جیب سے پستول نکال کر اس پر دو گولیاں چلائیں۔ قریب کھڑے تین اور قیدیوں پر بھی اس نے گولی چلا کے ان کو ہلاک کر دیا۔ دوسرے ہی لمحے اس کی گردن بقیہ قیدیوں کے ہاتھوں میں تھی۔ اتنی دیر میں قیدیوں کے مسلح محافظ اندر آئے اور سب آپس میں گتھم گتھا ہو گئے۔ اسی اثناء میں انٹیلی جنس کا دوسرا اہلکار وہاں سے فرار ہوا اور تاشقند میں موجود امریکی سفارتخانے کو فون کر کے اس سے مدد طلب کی۔ فون پر اس نے یہ بھی کہا کہ حالات کنٹرول سے باہر ہیں ہمیں اسپیشل فورس اور ہیلی کاپٹروں کی ضرورت ہے۔

ایک اور عینی شاہد کا کہنا ہے کہ قیدیوں نے محافظوں کے تیس کلاشنکوف رائفلوں پر قبضہ کر لیا تھا۔ بغاوت کے تین گھنٹے بعد اسپیشل فورس کے ۴۰ مسلح فوجی اور امریکن آرمی سمیت ایف ۱۸ جنگی طیاروں نے بمباری کے ذریعہ حالات کو اپنے کنٹرول میں کر لیا۔ لڑاکا طیاروں نے قلعہ پر ۴۰ سے زیادہ حملے کئے جس میں گریپ شاٹس بموں کا بھی استعمال کیا گیا۔ قلعہ سے جلی ہوئی لاشیں نکالی گئیں تو ان میں سے ۲۵۰ قیدیوں کے ہاتھ پیر مضبوط رسیوں سے بندھے ہوئے تھے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ تمام قیدی بغاوت میں شریک نہیں تھے۔ یہ مزاحمت تین دن تک جاری رہی۔ ان دنوں میں قیدیوں کے پاس کھانے کو کچھ نہ تھا نہ پینے کو۔ آخری دن قیدیوں نے گھوڑا ذبح کر کے کھایا۔

افغانستان میں غیر افغانوں کے ساتھ جو شرمناک بہیمانہ سلوک کیا جا رہا ہے اس کے خلاف کوئی آواز اٹھانے کی ہمت نہیں کر رہا ہے۔ جبکہ ان جرائم کے ارتکاب میں ان لوگوں کا ہاتھ ہے جو بار بار ہمیں انسانی حقوق کا تحفظ کا درس دیتے رہے ہیں۔ افغانستان میں عربوں اور دیگر اسلامی ممالک کے جگر گوشے قتل ہو رہے ہیں اور دنیا نے خاموشی اختیار کر رکھی ہے میں دکھتی رگوں کو چھیڑنا نہیں چاہتا البتہ یہ سوال ضرور کروں گا کہ قلعہ جنگی میں مہذب دنیا کے قیدی ہوتے تو کیا ہوتا۔ کاش کہ ہم نے نیوزی لینڈ کے لوگوں جیسا سلوک کیا ہوتا جو اپنی گمشدہ بلی کو واپس لانے کیلئے تڑپ اٹھے۔

(قاہرہ سے شائع ہونے والے اخبار الاہرام سے فہمی ہویدی کے مضمون کا ترجمہ)

مکتوب لندن

افکار و تاثرات ــــــــــــــ قارئین بنام مدیر

عزیز مکرم و محترم حافظ راشد الحق صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہٗ

آپ کی خصوصی اشاعت کئی دن ہوئے موصول ہوئی تو اس کا حق یہ محسوس ہوا تھا کہ فوراً اس کی رسید بطور اظہار تشکر بھیج دی جائے مگر پھر خیال آیا کہ تھوڑی ورق گردانی کر لی جائے تب رسید زیادہ مناسب ہوگی۔ اس نمبر کے لئے میرے کچھ نہ لکھ سکنے کے باوجود آپ نے جس اہتمام (یعنی رجسٹرڈ پوسٹ) سے اسے مجھ تک پہچانے کا خیال رکھا اسے بھی حضرت استاذیؒ سے اپنی دلی محبت وعقیدت کا ثمرہ ہی سمجھ سکتا ہوں۔ اللہ آپ کو اس تعلق خاطر کی جزائے خیر دے اور اپنے حفظ وامان میں رکھے۔ اکیسویں صدی کے چیلنجز کے بارے میں شبہ تو اس وقت بھی کسی کو نہ رہا ہوگا کہ جب آپ نے اس عنوان سے اپنے خاص نمبر کا اعلان کیا تھا۔ مگر اب جبکہ یہ نمبر شائع ہوا ہے تب تو چیلنج کی وہ بھیانک صورت آنکھوں سے دکھلائی گئی ہے کہ اس بھیانک پن کا وہم وگمان بھی مشکل سے رہا ہوگا۔

جو ہو گیا وہ تو اسقدر المناک ہے کہ "آسماں راحق بود گرخوں ببارد برزمین" مگر اس المناک شر میں سے بھی اس طرح خیر نکالا جاسکتا ہے کہ اس کا حتی الامکان غیر جذباتی تجزیہ کیا جائے اور اس سے برآمد ہونے والے سبق اگرچہ کتنے ہی کڑوے ہوں انہیں اس المیہ کا ایک عوض اور بدل سمجھا جائے۔

نمبر اگرچہ آپ کی خواہش اور نقشے کے مطابق تیار نہ ہوسکا ہو تاہم اب تک جتنا دیکھ سکا ہوں اس میں کئی مضمون ایسے مل گئے ہیں کہ واقعی چیلنجز کے سلسلے میں تیاری کے لئے اچھی رہنمائی کرتے ہیں یہ پتہ نہیں کہ ہمارے حلقے میں ان کو کارآمد سمجھا جاسکے گا یا نہیں؟

(حضرت مولانا) عتیق الرحمان سنبھلی

شفیق الدین فاروقی

دارالعلوم کے شب وروز

دارالعلوم کے نئے تعلیمی سال کا آغاز:

۲۶ دسمبر ۲۰۰۱ء بمطابق ۱۰ شوال ۱۴۲۲ھ کو دارالعلوم کے داخلے شروع ہوئے اور ۵ جنوری بروز ہفتہ کو مدرسہ میں تعلیمی سال کی افتتاحی تقریب ایوان شریعت ہال میں منعقد ہوئی اور درس ترمذی سے حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ نے باقاعدہ تعلیمی سال کا آغاز کیا اور اس موقع پر آپ نے جامعہ کے طلباء سے ایک موثر خطاب بھی فرمایا اور انہیں علم کی فضیلت، وقت کی اہمیت، موجودہ زمانے میں علماً کے کردار، عالمی صوت حال اور بین الاقوامی حالات کے پس منظر میں اپنے آپ کو تیار کرنے کے متعلق نصیحتیں فرمائیں۔ تقریب کے آغاز سے قبل بطور تبرک ہزاروں طلباً نے قرآن خوانی کی۔ بعد میں حضرت مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ صاحب مدظلہ نے اختتامی دعا کو رقت انگیز منظر میں بدل دیا۔ پورا مجمع دھاڑیں مار مار کر رو رہا تھا۔ اس موقع پر دارالعلوم کے نائب مہتمم حضرت مولانا انوار الحق کے علاوہ تمام شیوخ اور اساتذہ کرام بھی موجود تھے۔

حضرت مہتمم مولانا سمیع الحق صاحب اور مدیر ''الحق'' کا سفر عمرہ

۹ دسمبر ۲۰۰۱ء کو حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ اور مولانا راشد الحق صاحب خاندان کے ہمراہ زیارتِ حرمین شریفین کی سعادت حاصل کرنے کے لئے روانہ ہوئے۔ آپ نے وہاں پر عمرے کی سعادت حاصل کی جبکہ حرم شریف کے مکمل خالی ہو جانے کے بعد رات دس بجے جدہ ائیر پورٹ پہنچتے ہی حضرت مولانا مدظلہ اور ان کے خاندان کو سعودی حکومت نے شاہی مہمان کا درجہ دیا اور اس موقع پر آپ کو دو مرتبہ خاندان سمیت خصوصی طور پر مواجہہ شریف بھی لے جایا گیا۔ ۱۷ دسمبر کو آپ حضرات کی وطن واپسی ہوئی۔

نائب مہتمم حضرت مولانا محمد انوار الحق حقانی صاحب کی مصروفیات

حضرت مولانا مدظلہ ۲۶ دسمبر بروز بدھ ملک کے دینی مدارس کے تمام وفاقوں اور تنظیموں کے متحدہ محاذ اتحاد تنظیمات مدارس دینیہ کے نمائندہ وفد میں وفاقی وزیر مذہبی امور جناب ڈاکٹر محمود احمد غازی کی دعوت پر اسلام آباد گئے۔ وزارت مذہبی امور میں موصوف وزیر صاحب کے ساتھ ملک اور خصوصاً دینی مدارس کو درپیش خطرات اور ان کے خلاف مغرب کے پھیلائے جانے والے پروپیگنڈہ پر تفصیلی گفتگو کی۔ جناب ڈاکٹر غازی نے دینی مدارس کی اہمیت پر اظہار خیال فرماتے ہوئے وفد کے شرکاء کو مدارس کے دینی تشخص کی برقراری اور حسب سابق سرکاری کنٹرول سے اجتناب کی یقین دہانی فرمائی۔ مولانا انوار الحق اور مذکورہ بالا وفد کی ۲۷ دسمبر ۲۰۰۱ء بروز جمعرات انہی امور کے سلسلہ میں صدر مملکت، چیف ایگزیکٹو پرویز مشرف سے ان کی دعوت پر طویل میٹنگ جو تین گھنٹہ سے زائد تھی ہوئی۔ انہیں مدارس دینیہ

کے خلاف چلائی جانے والی مہم اور بعض وزراء کے غیر آئینی اور ملکی نظریہ کے برعکس بیانات وریمارکس کے حوالے سے کھل کر تفصیلی مذاکرات ہوئے۔ صدر مملکت نے وفد کی تجاویز کی مشکلات اور سرکاری مداخلت وکنٹرول جیسے مسائل پر اظہار خیال کرتے ہوئے' دینی مدارس وجامعات کی حریت' حسب سابق سرکاری کنٹرول ومداخلت سے مکمل طور پر آزاد رہنے اور دینی مدارس کو درپیش بعض مشکلات کے ازالہ' سرکاری وزراء کو اپنے بیانات کا ہدف دینی مدارس کو نہ بنانے کا واضح وعدہ کیا۔ اجلاس کے دوران خطے کی موجودہ صورتحال پر صدرِ مملکت اور وفد کے شرکاء نے بھی تفصیلی اظہار خیال کیا۔

<u>مولانا قاضی عبدالکریم صاحب مدظلہ کی اہلیہ محترمہ کا سانحہ ارتحال:</u>

گزشتہ دنوں ملک کے ممتاز اور نامور عالم دین حضرت مولانا قاضی عبدالکریم صاحب مدظلہ کی اہلیہ محترمہ طویل علالت کے بعد انتقال فرما گئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحومہ انتہائی عابدہ زاہدہ اور شب زندہ دار خاتون تھیں۔ زندگی کا وافر حصہ عبادت وریاضت میں گزارا اور آپ کی حسن تربیت کا ہی نتیجہ ہے کہ آپکی اولاد انتہائی خوش اخلاق' ملنسار اور دین ودنیا کے علوم وفنون سے بہرہ ور ہے اور انہوں نے بھی خدمت گزاری اور وفاشعاری میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا۔ بالخصوص آپ کے لائق فرزندان مولانا قاضی عبدالحلیم حقانی ومولانا قاضی محمد نسیم صاحب حقانی جنہوں نے شب وروز ایک کرکے اپنی بیمار والدہ کی خدمت کی سعادتیں حاصل کرکے ان سے دعائیں لیں۔ اللہ تعالیٰ مرحومہ کو اپنی جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے اور اعلیٰ وارفع مقامات سے نوازے۔ امین۔ حضرت مہتمم صاحب مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ' مدیر الحق اور ادارہ حضرت مولانا قاضی عبدالکریم مدظلہ' مولانا قاضی عبداللطیف' مولانا قاضی عبدالحلیم' مولانا محمد نصیب اور دیگر تمام پسماندگان سے تعزیت کرتا ہے اور قارئین سے ان کے رفع درجات کیلئے دعاؤں کی درخواست ہے۔

موتمر المصنفین کی تازہ علمی پیشکش

العیون الصافیہ

شرح مبنی الکافیہ (پشتو)

افادات: مولانا حافظ محمد ابراہیم فانی مدرس دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

ترتیب وتدوین: مولاداد ہمدرد افغانی صفحات: ۲۲۰

عنقریب منظر عام پر آرہی ہے

موتمر المصنفین جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

مولانا حافظ محمد ابراہیم فانی

تعارف وتبصرہ کتب

ماہنامہ "النصیحہ"،خصوصی اشاعت'دارالعلوم دیوبند نمبر مارچ'اپریل'مئی ۲۰۰۱ء۔ ضخامت:۳۰۴ صفحات
مدیراعلیٰ:مولانا محمد گوہر شاہ حقانی۔ ملنے کا پتہ:دارالعلوم اسلامیہ چارسدہ'صوبہ سرحد قیمت:درج نہیں۔

گزشتہ سال اپریل میں ڈیڑھ صد سالہ خدمات دارالعلوم دیوبند عالمی کانفرنس منعقدہ پشاور تاروجبہ کے موقع پر اسکی اہمیت کے پیش نظر مختلف جرائد و رسائل اورا خبارات نے خصوصی ضمیمے' مقالے اور مضامین شائع کئے۔جن میں ماہنامہ النصیحہ چارسدہ کی ضخیم اور معلومات افزاء اشاعت خصوصی کو خصوصی اہمیت حاصل ہے ادارہ النصیحہ کے کارپردازوں نے انتہائی قلیل مدت میں کانفرنس کے انعقاد کے صرف ایک دو دن قبل یہ نمبر نکالا۔اور کانفرس میں عوام وخواص کی توجہ کا مرکز بنا۔اس خصوصی اشاعت میں دارالعلوم دیوبند کی ابتدائے تاسیس اور پس منظر سے لیکر آج تک کے تمام ادوار اس کی خدمات اس کی عالمگیریت اور اس کے ابناء کے کارناموں کا مفصل تذکرہ موجود ہے اور اور اپنی اسی انفرادیت کی بدولت یہ اشاعت ایک حوالہ جاتی دستاویز کی حیثیت رکھتی ہے۔۳۰۴ صفحات پر مشتمل اس نمبر میں ملک وبیرون ملک کے نامور اہل قلم واہل دانش علماً وارباب بصیرت حضرات نے متنوع مقالات اور مضامین پیش کئے ہیں۔جن کے مطالعہ سے دارالعلوم دیوبند واکابر دارالعلوم انکے مزاج ومذاق کو سمجھنے میں مکمل مدد ملتی ہے۔

کتاب: احکام الاذان۔ تصنیف مولانا محمد گوہر شاہ صاحب مرتب:مولانا عبدالماجد
ضخامت: ۵۴ صفحات۔ قیمت:درج نہیں ملنے کا پتہ:دارالعلوم اسلامیہ چارسدہ'صوبہ سرحد

اذان ایک اہم عبادت اور شعائر دین میں سے ہے اور روزانہ مسلمانوں کو پانچ وقت نمازوں میں اس کی ضرورۃ پیش آتی ہے۔ذخیرہ احادیث میں اذان کے بہت سے فضائل آئے ہیں۔لیکن اس کی اتنی اہمیت کے باوجود نہ صرف اکثر مسلمان بلکہ خود موذنین حضرات اس کے مسائل اور ضروری احکام سے ناواقف ہیں اور ضرورت اس بات کی تھی کہ اس اہم عبادت کے احکام ومسائل پر مستقل کتاب اردو زبان میں آجائے۔چنانچہ دارالعلوم اسلامیہ چارسدہ کے مہتمم اور ماہنامہ النصیحہ کے مدیراعلیٰ مولانا سید محمد گوہر شاہ صاحب نے اس موضوع پر قلم اٹھایا اور ماہنامہ النصیحہ میں سلسلہ وار (۹) اقساط میں اس کی اشاعت مکمل ہوئی۔ بعد ازاں جب ان اقساط کو کتابی شکل دینے کے لئے مختلف حضرات کے طرف سے تجویزیں آئیں۔تو مولانا کے تلمیذ خاص مولانا عبدالواحد صاحب نے اس پر نظر ثانی کے ساتھ ساتھ بعض مفید اضافہ جات بھی کئے جس سے کتاب کی معنوی قدر وقیمت میں اضافہ ہوا اور بعد ازاں دارالعلوم اسلامیہ کے شعبہ دعوۃ وارشاد کی جانب سے ۵۴ صفحات پر مشتمل یہ اہم اور مفید رسالہ شائع کیا گیا۔امید ہے کہ علماً' طلبہ اور عامۃ المسلمین اس سے کماحقہ استفادہ حاصل کریں گے۔

پروفیشنل اور تجربہ کار ٹاؤن پلانرز کے زیرِ نگرانی عظیم الشان رہائشی منصوبہ جات

خصوصی رعایت ایک لاکھ سے

اسلام آباد ماڈل ٹاؤن

ISLAMABAD

MODEL TOWN

موٹروے سٹی خیبر بلاک

10,000 روپے فی مرلہ

MOTOR WAY CITY

KHYBER BLOCK

خوشخبری

3 مرلہ، 5 مرلہ کے پلاٹس پر رہائشی مکان تعمیر کر کے آسان اقساط پر فروخت کئے جائیں گے

اسلام آباد سے قریب پُر شور اور پُر آلود زندگی سے بالکل پاک پُر فضا اور بہترین نظارے اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے بہترین سیر گاہ شاہ پور ڈیم، مجوزہ نیو انٹرنیشنل اسلام آباد ایئر پورٹ، موٹر وے پی اے ایف ہاؤسنگ سکیم، P.E.C.H.S ہاؤسنگ سکیم سے قریب تر، 120 فٹ چوڑی فتح جھنگ مین روڈ پر اور راولپنڈی سے 25 منٹ کی مسافت پر واقع ہے۔

کمرشل پلاٹ:

سائز 30 x 15

طریقہ کار ادائیگی:

2000 روپے فی مرلہ ایڈوانس

200 روپے فی مرلہ قسط

نقد ادائیگی پر رعایتی قیمت: 40,000 روپے وصول کئے جائیں گے

رہائشی پلاٹ: 5 مرلہ، 10 مرلہ اور ایک کنال کے رہائشی پلاٹس دستیاب ہیں

ہیڈ آفس کے علاوہ کوئی بھی شخص رقم وصول کرنے کا مجاز نہیں

اب موٹروے سٹی خیبر بلاک کی بکنگ کا اعلان کرتے ہیں جو کہ جماعتِ اسلامی کے مجوزہ مرکز قرطبہ سٹی اور تعمیر ملت ایجوکیشن سٹی (شفا انٹرنیشنل ہسپتال اسلام آباد) کے درمیان نیو انٹرنیشنل اسلام آباد ایئر پورٹ اور بین الاقوامی شاہراہ موٹروے کے قریب واقع ہے۔

کمرشل پلاٹ:

سائز 30 x 15

طریقہ کار ادائیگی:

1000 روپے فی مرلہ ایڈوانس

100 روپے فی مرلہ قسط

نقد ادائیگی پر رعایتی قیمت: 30,000 روپے وصول کئے جائیں گے

کارنر اور ڈبل روڈ فیسنگ پر دس فیصد زائد

کُل قیمت کا نصف یکمشت ادا کرنے پر پندرہ دن کے اندر رجسٹری

ہمیں ملک بھر، آزاد کشمیر اور بیرون ملک سے نمائندے درکار ہیں۔ خواہش مند حضرات جلد رابطہ کریں۔

بروشر اور فارم دفتر سے مفت منگوائے جا سکتے ہیں

مزید تفصیلات کے لئے:

الاتحاد کارپوریشن

7-B دوبئی پلازہ، سکستھ روڈ چوک، مری روڈ، راولپنڈی۔ فون: 0320-4921862, 051-4581451

سائٹ آفس: فون نمبر: 05775-664-210236

محمد نصیر خان مروت

چیف ایگزیکٹو

Regd No. P-90 Monthly "Al-Haq" Akora Khattak

زندگی کے سارے سُکھ، صحت اور تن دُرستی سے ہیں

ایلوویرا اور
منتخب نباتات کا
صحت افزا مرکب

تن سُکھ سے تن دُرست

تن سُکھ جسم وجاں کو تقویت پہنچاتا ہے، نظامِ ہضم اور افعالِ جگر کی اصلاح کرتا ہے۔

ہمدرد

ہمدرد کے متعلق مزید معلومات کے لیے ویب سائٹ ملاحظہ کیجیے:
www.hamdard.com.pk

مدینۃ الحکمۃ تعلیم، سائنس اور ثقافت کا عالمی منصوبہ۔
آپ ہمدرد دوست ہیں، اعتماد کے ساتھ مصنوعاتِ ہمدرد خریدتے ہیں۔ جائز منافع بین الاقوامی شہرِ علم وحکمت کی تعمیر میں لگ رہا ہے۔ اس کی تعمیر میں آپ بھی شریک ہیں۔

Adarts -HTS-12/97(R)